رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

دنیا کے مذاہب پر ناظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴ | اپریل ۱۹۲۸ء ✤ شوال المعظم ۱۳۴۶ھ | جلد ۲۷

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	از
قرآن مجید اور موجودہ اناجیل / عیسائیت کا چیلنج منظور	۱۲۱ / ۱۳۰	مولانا ابو العطاء اللہ دتا صاحب فاضل جالندھری
شفاء بذریعہ دعا اور علم توجہ۔	۱۳۰ / ۱۳۶	ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خانصاحب ایم بی بی ایس (جنج)
عدل۔ قربانی اور رحم۔	۱۳۷ / ۱۴۰	مولانا اللہ دتا صاحب جالندھری
بنو اسمعیل اور خدا کے وعدے	۱۴۰ / ۱۴۳	(ترجمہ) سردار مصباح الدین احمد صاحب
حضرت موسیٰ کا بحر قلزم سے عبور	۱۴۴ / ۱۴۹	(بلاغ امرتسر)
روح و مادہ حادث ہیں	۱۴۹ / ۱۵۲	حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی
سوالات اور ان کے جوابات	۱۵۳ / ۱۵۵	(مس رائس)
وحدۃ حق سبحانہ	۱۵۶ / ۱۵۸	مولانا مبارک احمد صاحب بھیروی مولوی فاضل

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے شائع کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری دوا سل حقیقی کیلئے واسطے ہی جسکی مختصر تعریف یہ ہے کہ پھیپھڑہ خواہ کیسا ہی چھ زخم ہو گیا ہو اور خون پھر آنے لگے

مرض سل کا علاج

ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ جس مہلک مرض کو عمر بھر لا دوا سمجھا۔ اور یونانی و ڈاکٹری تمام اطباء سے مایوس العلاج سنا اُسکے علاج کے کیا معنی؟ مگر حق تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ اور کسی شخص کیلئے مخصوص نہیں۔ الحمد للہ کہ لاکھوں بیش قیمت جانوں کے تلف کرنیوالے **مرض سل کا تیر بہدف تریاق** ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اور تجربہ میں بھی آگیا۔ اگرچہ اعلان کرتے ہوئے طبیعت ہماری بھی جھجکی اور خیال ہوا کہ سالہا سال کی دلوں میں بیٹھی ہوئی ناامیدی کے مقابلہ پر ہمارے اس قول کی کیا وقعت ہوگی کہ **ہماری ایجاد کردہ ایک تولہ شفاء السل ہماری ہدایات کے موافق استعمال کرنے سے مسلول کو باذن اللہ صحت حاصل ہو جائیگی** "مگر خدا کی دی ہوئی بے بہا نعمت کو چھپا کر رکھنا شرافت اور مروتِ انسانی کے خلاف تھا۔ اس لئے بنظر مزید احتیاط ہم نے خاص اطباء پر بغرض تجربہ و امتحان یہ دوا **مفت تقسیم** کی اور منصفانہ رائے طلب کی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور نتیجہ خیز آراء سے ہماری حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسوقت ہم صرف **شاہی طبیب جناب حکیم نور الدین صاحب امیر احمدی جماعت کی قلمی دستاویز** (جو طبی حیثیت سے ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً ایک بیش قیمت اور نہایت وزنی رائے ہے) ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ مرض سل کے لا دوا ہونے کا اعتقاد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد لوگوں کے دلوں سے جاتا رہیگا۔ اور ہماری سریع التاثیر **دوا** جس کو ہم **اکسیر** کا خطاب دیں تو بیجا نہیں۔ آہستہ آہستہ تمام ملک کے اطباء کو اپنا مداح و گرویدہ بنالے گی۔ **قیمت فی تولہ چار روپے (للعہ ر)** علاوہ سل کے تمام اندرونی زخموں میں باذن اللہ فوری اثر دکھلاتا ہے۔

رئیس الاطباء جناب **حکیم نور الدین صاحب** رئیس بھیرہ ضلع شاہپور کا ارشاد

السلام علیکم۔ آپ کی دوائی جو سل کیلئے آپنے مجھے دو بار تجربہ کے لئے بھیجی اس کو میں نے بہت ہی احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ **بے ریب یہ دوائی** ایسے مسلولوں کو جن کو نزلہ کی شکایت نہ ہو **بہت ہی مفید** ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور بھی برکت بخشے اور لوگ اس موذی مرض سے آپ کی **مفید دوائی** سے نفع اُٹھائیں ؁

نور الدین۔ ۲۳/ دسمبر ۱۹۰۶ء قادیان

نوٹ:۔ گلقند عسلی (شہد کا گلقند) اور روغن بادام دو نو چیزیں مریض سل کیلئے ضروری ہیں۔ اور یہ دونو اصلی اور قابل اطمینان ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔ لہٰذا بغرض نفع مریضان سل میں مطلع کرتا ہوں۔ کہ یہ دونو میرے عطار کے یہاں ہر وقت نہایت معتبر موجود رہتی ہیں۔ جو فرمائش پر روانہ ہو سکتی ہیں قیمت گلقند عسلی فی سیر تین روپیہ اور روغن بادام خانہ ساز فی تولہ ۶ ؍ ہے ؁

المشتہر

حافظ محمد یعقوب۔ گنگوہ۔ ضلع سہارنپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

قرآن مجید اور موجودہ اناجیل

عیسائیت کا چیلنج منظور!

قرآن پاک کے مقابلہ میں عیسائیوں کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے۔ کہ اسکی بعض تعلیمات کو کتب سابقہ سے ماخوذ بتلایا جائے۔ اسی فرسودہ اعتراض کو ایک مرتد عیسائی بنام "خواجہ" نے اپنی کتاب "موازنہ انجیل و قرآن" میں دُہرایا ہے۔ ہم اس کتاب پر عنقریب ایک مفصّل تبصرہ شائع کرنیوالے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن آج ہم صرف اس چیلنج کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جو مصنّف نے کتاب کے آخر پر درج کیا ہے وھو ھذا :-

"حق تو یہ ہے کہ کوئی حقیقتاً پاکیزہ اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم قرآن شریف سے پیش نہیں کی جا سکتی جو بائیبل میں درج نہ ہو اور میں تمام اسلامی دنیا کو یہ چیلنج دیتا ہوں۔ کہ کوئی خوبصورت اور عمدہ تعلیم قرآن سے ایسی نکال کر پیش کریں جو پچھلے صحائف میں مذکور نہ ہو۔ اور میرے دعویٰ کو باطل ٹھہرائیں۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ" صـ ۱۰۹

اس عبارت میں جو لفظ "بائیبل" یا "پچھلے صحائف" آیا ہے۔ اس سے کونسی کتاب مراد ہے؟ کیا وہ موسیٰ کی شریعت جسے انجیل لعنت کا موجب بتلاتی ہے؟ یا ایوبؑ و یرمیاہؑ کے قصص؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس سے چند سطور بعد ہی "خواجہ" صاحب لکھتے ہیں :-

"آؤ اور اس اصلی چشمہ سے آب حیات پیو اور زندگی پاؤ اور وہ چشمہ انجیل ہے۔ دوستو! جب وہ تمام صداقتیں انجیل میں یکجا موجود ہیں جن میں سے چند قرآن نے پیش کیں اور انہیں چند نے اسے وہ شان دیدی کہ رہتی دنیا تک اس کا نام رہیگا تو ان صداقتوں کے سارے خزانے پر قبضہ کر لو۔" صـ ۱۱۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور جلال ہمیشہ تیرا ہی ہے آمین" (متی ۶ باب ۹ تا ۱۳) | سے بھٹکنے والے ہوئے آمین" (سورۃ الفاتحہ)

ظاہر ہے۔ کہ "روز کی روٹی" اور "الصراط المستقیم" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یقیناً یہی نسبت ان دو کتابوں میں بھی ماننی پڑیگی۔ جنہوں نے ان کے مانگنے کی تلقین کی ہے۔ اسکے علاوہ دونو دعاؤں کا ایک ایک لفظ قرآن مجید کی افضلیت پر شہادت دے رہا ہے۔ اے کاش کہ عیسائی دوست ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ بالآخر یاد رہے۔ کہ ایسے اور بھی بہت سے امتیازی احکام اور نشان ہیں۔ جو قرآن مجید کی فوقیت کے گواہ ہیں مگر اختصار کی خاطر اسی پر اکتفا کی جاتی ہے ؎ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے ؏

خاکسار اللہ دتا جالندھری (مولوی فاضل) قادیان

شفاء بذریعہ دُعا۔ اور علم توجّہ

ذیل کا مضمون یہاں کے ایک نیم سرکاری عیسائی اخبار "یوگنڈا ہیرلڈ" میں بزبان انگریزی شائع ہو چکا ہے۔ اور ریویو آف ریلیجنز۔ لنڈن میں شائع کرنے کے لئے بھیجا جا چکا ہے۔ اب وہی مضمون ناظرین ریویو اُردو کے لئے اُردو لباس میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہمارے اُردو خوان بھائی اور بہنیں بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ وباللہ التوفیق

یورپ کے بعض فرقوں اور خصوصاً فلسفیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ دعا کے ذریعہ سے جو مریضوں کو شفا دیجاتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکی صفت شافی کا ثبوت نہیں۔ جو کہ داعی کی پکار کو سُن کر شفا دیتا ہے۔ اسلئے ان کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ علاج بذریعہ دعا کوئی معجزہ یا خارق عادت امر نہیں۔ کیونکہ ایسی ہی شفا علم توجّہ کے جاننے والے اور اسکے ماہر بھی دے سکتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے اندر کم و بیش ایک ایسی عصبی طاقت رکھدی ہے۔ کہ اسکو اجتماع توجّہ کے ذریعہ سے اگر باہر نکالا جائے۔ تو وہ عصبی لہروں کی شکل میں فضا میں چلتی ہے۔ اور اور اس برقی رَو کا اثر دوسرے لوگوں کے اعصاب پر پڑ سکتا ہے۔ اور عامل اس عصبی طاقت کے ذریعہ سے اپنی خواہش کے مطابق معمول سے افعال کروا سکتا ہے۔ یعنی عامل کی توجّہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ معمول کے اعصاب اسکے قبضہ میں آجاتے ہیں۔ اور معمول کی قوّتِ ارادی بالکل سلب ہو کر عامل کے تابع ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح پر عامل اپنا نیک و بد اثر معمول پر بآسانی ڈال سکتا ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے۔ تو اس حالت میں اپنے دماغ میں بیماری کے خیالات کی زبردست رَو چلا کر معمول کو بیمار کر دے۔ یا اسی دماغ میں صحت کے خیالات کی رَو پیدا کر کے معمول کو تندرست کر دے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واضح ہو کہ "علاج بذریعہ توجّہ" ایک فن ہے۔ اور اس کا "شفا بذریعہ دُعا" کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں۔ اس فن کو تو ہر شخص جو اپنی توجّہ کو ایک طرف لگانے کی مشق کرے۔ سیکھ سکتا اور اس میں کمال حاصل کر کے لوگوں کو شفا دے سکتا ہے۔ مگر علاج بذریعہ دُعا کے لئے ایسی دماغی ریاضتوں کی ضرورت نہیں۔ اسکے لئے تو قلبی طہارت۔ کامل انقطاع الی اللہ۔ اور بعض روحانی مجاہدات اور ریاضتوں کی ضرورت ہے۔ جو خدا کے فضل کو جذب کر کے۔ اس کی صفت شافی کا مظہر انسان کو بنا دیتے ہیں ؞

علاج بذریعہ توجّہ کے متعلّق ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ اس عمل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عامل ہاتھ کے ذریعہ سے کوئی اشارہ کرے۔ یا کسی اور عضو کے ساتھ کوئی خاص حرکت کر کے معمول پر اثر ڈالے بلکہ اس کی واحد شرط اجتماع توجہ ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی توجہ کو زور سے ایک طرف لگا دے۔ تو وہ بغیر کسی قسم کی حرکات کے معمول پر اثر ڈال سکتا ہے۔ پس یہ ایک فن ہے۔ اور کسبی چیز ہے۔ جس کو ہر شخص کم و بیش مشق کے ساتھ سیکھ سکتا ہے۔ اور اس کے متعلّق ایک عجیب بات یہ ہے۔ کہ جو لوگ شراب کا استعمال نہیں کرتے اور خنزیر کا گوشت بھی نہیں کھاتے۔ وہ اس فن میں جلد ماہر ہو سکتے ہیں۔

پس معلوم ہُوا کہ اس فنِ علاج کو شفاء بذریعہ دعا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ اور نہ ہی اس فن کا انسان کی روحانی طاقت کے ساتھ کوئی تعلّق ہے۔ نہ یہ کوئی معجزہ یا نشان ہے۔ اور نہ ہی یہ کسی مذہب کی صداقت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ہر مذہب کے پیرو۔ بلکہ دہریہ بھی اس قسم کی شفا توجّہ کے ذریعے دے سکتے ہیں۔ اور دے رہے ہیں۔ چنانچہ یورپ میں ایک فرقہ ہے۔ جس کا نام "کرسچین سائنٹسٹس" ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اپنی روحانی طاقت سے مریضوں کو شفا دے سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ مختلف شہروں میں جاتے اور اپنے اس فن کا کمال لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ وہ توجّہ کے ذریعہ علاج کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ نہایت بے باکی کے ساتھ اپنی کامیابی کو اپنی روحانی طاقت اور قبولیّت دعا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اسی طرح پر وہ عیسائیت کی صداقت کا سکّہ لوگوں کے دلوں پر بٹھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذہب کی صداقت کا جیسا کہ مَیں عرض کر چکا ہوں۔ اس فن کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں۔ یہ تو قانون طبعی کے ماتحت ایک فن ہے۔ جو اسکو سیکھتا ہے۔ فائدہ اُٹھا لیتا ہے ؞

میرے خیال میں یہ غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس جگہ پر تمام متلاشیانِ حق کے لئے علاج بذریعہ توجہ اور شفا بذریعہ دعا کا مقابلہ کر کے دکھا دیا جائے۔ تاکہ کوئی سادہ لوح ان چالاک لوگوں کے دھوکے میں نہ آجائے۔ مگر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سے قبل میں اپنے محسن کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ جن کی پاکیزہ مجلس میں بیٹھ کر عاجز اس قابل ہؤا کہ ان بیش قیمت علمی نکات کو سیکھ سکے۔ اور وہ ہستی میرا پیارا آقا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ہے۔ جن کے متعلق اُس احکم الحاکمین اور عالم الغیب ہستی کا وعدہ موجود ہے کہ "علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا" اور ممکن نہیں کہ خدا کا وعدہ ٹل جائے۔ چنانچہ ہم اپنی آنکھوں سے روز مرّہ اس وعدہ کی صداقت کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ اللّٰھمّ زد فزد۔ اللہ تعالیٰ حضور کے علم و عرفان میں اور ترقی دے۔ آمین۔

چونکہ علم توجہ اور روحانی طاقت کے اثرات میں باریک فرق ہے۔ اور سطحی نگاہ ڈالنے والوں کو نظر نہیں آسکتا۔ اس لئے مضمون کو عام فہم بنانے کے لئے عاجز عام الفاظ میں تشریح کر دیتا ہے۔

(۱) پہلا فرق جو علاج بذریعہ توجہ اور شفا بذریعہ دعا میں ہے۔ یہ ہے۔ کہ علم توجہ میں عامل کو نہ صرف یہ خیال دل میں لانا ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ اسکو اس خیال کے تصوّر کا واضح نقشہ ذہن میں لانا پڑتا ہے (کیونکہ اس فن کے ماہرین کا خیال ہے۔ کہ محض خیال میں کچھ طاقت نہیں۔ جب تک کسی بات کا تصوّر نہ کیا جائے) کہ معمول کے جسم میں مطلوبہ تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ یعنی عامل کو اپنی قوّت متصوّرہ کے زور سے اپنے ذہن میں معمول کی آئندہ تندرست حالت کا نقشہ بنانا پڑتا ہے۔ نیز عامل کو اس بات کا پختہ یقین رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس میں معمول کے اعصاب پر اثر ڈالنے کی بہت طاقت ہے۔ مگر اس کے برخلاف شفا بذریعہ دعا میں داعی کو اس بات پر یقین ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذاتی طاقت یا قابلیّت کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک ایسی ہستی (یعنی اللہ تعالیٰ) ضرور ہے۔ جسکی صفت شافی ہے۔ اور جو مریض کی تکالیف کو دُور کر سکتی۔ اور اسکو دُکھوں سے نجات دے سکتی ہے۔ گویا اسکو اللہ تعالیٰ کی صفت شافی۔ اور قادر الکل۔ ہونے پر اپنی ذاتی عصبی یا روحانی طاقت کی نسبت زیادہ یقین رکھنا پڑتا ہے۔

اس جگہ پر یہ سوال ہو سکتا ہے، کہ مومن کو بھی خدا پر توکّل ہوتا ہے۔ اور توکّل کے معنی یقین کے ہیں۔ پس یقین کے ذریعہ اس کی بھی عصبی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ بھی توجہ کے ذریعے ہی علاج کرتا ہے۔ اسکے متعلّق یہ عرض ہے۔ کہ یہ درست ہے کہ مومن کو خدا پر توکّل ہوتا ہے۔ مگر اس توکّل اور یقین کے یہ معنی نہیں۔ کہ اسکو اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ اسکے اپنے اندر کوئی ایسا ذاتی جوہر یا طاقت ہے۔ جس کی مدد سے وہ علاج کر سکتا ہے۔ بلکہ اس توکّل کے تو یہ معنی ہیں۔ کہ اس کو اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ مریض کو شفا دیدے۔ بلکہ اس سے تو شک کا اور بھی ازالہ ہو جاتا ہے کیونکہ جتنا کوئی مومن زیادہ متوکّل ہوگا۔ اتنا ہی اسکو اپنی ذاتی طاقت کا بھروسہ کم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طاقت پر یقین زیادہ۔ مگر علم توجہ میں بالکل اس کے برعکس ہوتا ہے۔

(۲) عصبی طاقت (علم توجہ) صرف ان جانداروں پر اثر پذیر ہو سکتی ہے۔ جن کے جسم میں ایسے اعصاب ہوں۔ جو عصبی طاقت کی لہریں فضا میں پہنچا سکیں۔ مثلاً انسان۔ حیوان۔ پرند۔ چرند وغیرہ۔ چنانچہ اسکا ثبوت یہ ہے۔ کہ علم توجہ کے ذریعہ سے ایسی اشیاء میں جن میں اعصاب نہ ہوں۔ کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی جا سکتی۔ یعنی نباتات۔ جمادات۔ پانی ہوا وغیرہ۔ مثلاً علم توجہ کے ذریعہ یہ ناممکن ہے کہ کسی فصل کو وقت سے پہلے تیار کر لیا جائے۔ یا کسی درخت کو مرض سے نجات دی جائے یا اسکو مقررہ میعاد سے پہلے پھل لگا دیا جائے۔ یا مثلاً یہ کہ توجہ کے زور سے کسی خاص مقام پر بارش برسائی جا سکے۔ گویا علم توجہ سے نباتات یا اربعہ عناصر میں کوئی اچھی یا بری تبدیلی پیدا نہیں کی جا سکتی۔ اس پر شائد کوئی دوست کہدے کہ ڈاکٹر بوس کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ پودوں میں بھی اعصاب اور دماغ ہے تو پھر ان پر اثر کیوں نہیں ہوتا۔ تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ علم توجہ سے اثر ڈالنے کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ اثر ڈالنے والے (عامل) اور اثر قبول کرنیوالے (معمول) دونو کے اعصاب اس قسم کے ہوں کہ وہ فضا میں لہریں پیدا کر سکیں۔ تو ڈاکٹر بوس کی تحقیقات کی رو سے پودوں میں اعصاب کا وجود ثابت ہو گیا ہے۔ مگر وہ اعصاب اس قسم کے نہیں۔ کہ اُن پر اثر ڈالا جا سکے۔ کیونکہ وہ ارتقاء حیوانی کے ادنیٰ درجہ پر ہونے کے باعث لہریں پیدا نہیں کر سکتے۔

اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں۔ کہ روحانی طاقت زیادہ وسیع الاثر ہے۔ اور اسکے مؤثر ہونیکے لئے اعصاب کی موجودگی۔ یا عدم موجودگی کی شرط نہیں۔ چنانچہ اس کا اثر سب پر یکساں پڑتا ہے۔ یعنی روحانی طاقت (دعا) سے جس طرح انسان۔ حیوان۔ چرند۔ پرند پر اثر پڑ سکتا ہے۔ اسی طرح نباتات۔ جمادات اور اربعۂ عناصر میں بھی اس سے تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے پس دُعا جہاں انسانوں اور حیوانوں کو تندرست کرتی ہے۔ وہاں پودوں کو بھی شفا دے سکتی ہے۔ الحمد للّٰہ ؂

اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں یعنی انبیاءؑ اور ان کے خلفاء کے وجود میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی روحانی طاقت (دعا) سے قدرت کے کرشموں میں تبدیلی پیدا کر دی ہو۔ مثلاً کسی خاص مقام پر بارش کا ہونا۔ یا فصل کا پیش از وقت پک کر تیار ہو جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۳) علم توجہ سے صرف معمولی امراض اور خفیف علامات مرض دُور ہو سکتی ہیں۔ اور یہ عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ توجہ کے ذریعہ سے مرض کی صرف وہ علامات دُور ہو سکتی ہیں۔ جو مریض کے محض تخیّل کا نتیجہ ہوں۔ یا پھر وہ کسی مرض کے لگنے کے بعد تخیّل کے بڑھ جانے سے پیدا ہوئی ہوں۔ مثلاً سر درد۔ دانت کا درد۔ بے خوابی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بخار۔ خیالی اور بے بنیاد خوف۔ آنکھ کی سُرخی وغیرہ۔ ان میں سے بعض تو محض علامات ہیں۔ نہ کہ مستقل امراض۔ پھر بعض علامات بھی محض تخیّل کے بڑھ جانے کا نتیجہ ہیں۔ نہ مرض کا لازمی نتیجہ۔ چنانچہ تمام ماہرین علم توجّہ کا اس امر میں اتّفاق ہے۔ کہ توجّہ سے مادی امراض یا وہ امراض جو طبیعت ثانی بن چکے ہوں۔ یا پھر وہ امراض جن کا زہر سارے جسم میں سرایت کرتا ہے۔ جن کو انگریزی میں کانسٹی ٹیوشنل امراض کہتے ہیں۔ مثلاً آتشک۔ سرطان۔ ہڑکاؤ۔ جزام۔ تپ دق وغیرہ۔ ہرگز دُور نہیں ہو سکتیں۔ واضح ہو کہ مادی امراض کی علامات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو مرض کا لازمی نتیجہ ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ جو مرض کا سلسلہ لمبا ہو جانے سے مریض کی قوت متخیلہ کے بڑھ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہُوا ہے کہ بعض دفعہ توجّہ کے ساتھ مرض کی خفیف مادی علامات میں عارضی افاقہ ہو جاتا ہے اور خیالی علامات کُلّی طور پر دُور ہو جاتی ہیں۔ مگر یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ توجّہ کا اثر خود مرض کو دُور نہیں کر سکتا ٭

اسکے مقابل میں روحانی طاقت (دعا) زیادہ وسیع الاثر اور ساتھ ہی زیادہ شدید الاثر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا اثر محض علامات اور خیالی عوارضات تک ہی محدود نہیں۔ اور یہ بارہا آزمایا جا چکا ہے کہ دعا سے نہ صرف یہ کہ مرض کی بعض علامات دُور ہو جاتی ہیں۔ بلکہ خود مرض بھی جڑھ سے اُکھڑ جاتی ہے۔ اور دعا کا اثر کانسٹی ٹیوشنل امراض پر بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوتا ہے خواہ وہ امراض شدید ہوں۔ یا مزمن۔ اولیاء اللہ کی زندگی سے کئی ایسے واقعات مل سکتے ہیں۔ جن میں انہوں نے دعا کے ذریعہ سے نمونیا۔ پلیگ۔ تپ محرقہ۔ تپ دق کی آخری سٹیج۔ مرض ہڑکاؤ کے قریب المرگ مریضوں کو شفا بخشی ہو ٭

---

(۴) چوتھا فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ "شفا بذریعہ دعا" میں داعی کو مریض کے انجام کا پیش از وقت علم بھی دیدیا جاتا ہے۔ اور وہ بطور پیشگوئی کے کہہ سکتا ہے۔ کہ مثلاً فلاں مریض اس مرض سے صحت یاب ہوگا۔ یا مر جائیگا۔ مگر علاج بذریعہ توجّہ میں یہ بات محال ہے۔ کیونکہ یہ مسلّم امر ہے کہ دماغ آیندہ کے واقعات کے متعلق بالکل اندھیرے میں ہے۔ سوائے چند ایک قیاسی ڈھکوسلوں کے ٭

اللہ تعالیٰ کی صفت شافی کے کامل مظہر ہونے کا ثبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں تھا۔ مگر ممکن تھا کہ کوئی معترض کہدیتا کہ وہ تو پُرانی بات ہے۔ اس زمانہ میں کوئی ایسا وجود بتاؤ جو اس بات کو ثابت کردے۔ تو خدا نے اُن کی اس طبعی خواہش کو بھی پورا کر دیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے مبارک وجود میں اس بات کو ثابت کر دیا۔ چنانچہ آپؑ کی زندگی کے کئی ایسے واقعات ہیں۔ جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ آپؑ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت شافی کے مظہر تھے۔ اور حقیقی معنوں میں آپؑ اپنے آقا صلعم (فداہ ابی و امی) کے سچے جانشین اور خلیفہ تھے۔ مَیں اسوقت حضورؑ کی زندگی سے صرف ایک واقعہ کو لیتا ہوں۔ جو مخالفین کے لئے ایک بیّن نشان ہے۔

ایک طالبعلم مسمّی عبدالکریم جو کسی دور کے ملک سے بغرض حصول تعلیم دین قادیان میں آیا تھا۔ اسکو دیوانے کُتّے نے کاٹا۔ چنانچہ اسکو کسولی میں بغرض علاج بھیجا گیا۔ جہاں سے وہ صحت یاب ہو کر قادیان واپس آگیا۔ اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پیسچر انسٹی چیوٹ کسولی کا بھی خیال تھا کہ اب یہ لڑکا خطرہ سے نکل گیا ہے۔ مگر خدا کی شان اسکی واپسی کے چند دن بعد اسکو مرض ہڑکاؤ کا دَورہ ہو گیا۔ اور اس مرض کی تمام علامات اس میں نمودار ہو گئیں۔ یعنی پانی کا خوف۔ گلے کا تشنج۔ بے خوابی۔ جنون وغیرہ۔ اور وہ تیمارداروں کو مارنے اور کاٹنے کو چاہتا تھا۔ جب اس کی حالت بہت نازک ہو گئی تو کسولی میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کو تار دیا گیا۔ کہ اب اس لڑکے کے لئے کچھ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب میں تار دیا کہ ”افسوس! عبدالکریم کے لئے اب کچھ نہیں کیا جا سکتا،، اس کی خراب حالت کو دیکھ کر حضرت اقدسؑ کے دل میں دعا کا ایک خاص جوش پیدا ہوا۔ اور آپؑ نے اس کے لئے دعا کی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا سنی۔ اور وہ لڑکا جس کے متعلق یقین تھا کہ وہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔ اسکو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعا سے شفا بخشی۔

طبّی دنیا کی تاریخ میں یہ پہلی مثال ہے۔ کہ ایک شخص جس کو ہڑکاؤ کا دورہ ہو جائے۔ اور دیوانگی کی تمام علامات نمودار ہو جائیں۔ وہ پھر بچ جائے۔ دنیا بھر کے تمام ڈاکٹروں کا اس امر میں اتفاق ہے کہ مرض ہڑکاؤ۔ علامت کے نمودار ہو جانے کے بعد یقیناً مہلک ثابت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اکثر ماہرین فن کا خیال ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو باوجود ٹیکہ کے علاج کے، (جو کسولی میں بھی کیا جاتا ہے) ہڑکاؤ کی علامات ظاہر ہو جائیں تو اسکو دنیا بھر کی کوئی جڑی بوٹی نہیں بچا سکتی۔ چنانچہ کسی ڈاکٹر نے میڈیکل لٹریچر میں آجتک ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی۔ کہ کسی مریض کو دیوانگی کی علامات نمودار ہو جانے کے بعد شفا ہوئی ہو۔ ایک دفعہ لاہور میڈیکل کالج کے ایک پروفیسر صاحب اسی مضمون پر لیکچر دے رہے تھے۔ اور ان دنوں ہمارے مکرّم بزرگ جناب ڈاکٹر سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ بھی کالج میں پڑھتے تھے۔ پروفیسر صاحب نے جب بڑی تحدّی سے کہا کہ مرض ہڑکاؤ کا مریض ہرگز نہیں بچ سکتا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے اُٹھ کر کہا۔ کہ ایک مثال ایسی موجود ہے کہ دعا کے ذریعہ شفا ہوئی۔ پروفیسر صاحب نے بڑے زور سے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسکو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مرض ہر گز دُور ہو گا ہی نہیں۔ ورنہ وہ ہرگز نہ بچ سکتا۔

پس بلا شبہ یہ شفا کا واقعہ اس امر کا مستحق ہے کہ اسکو نشان اور معجزہ کہا جائے۔ اور ساتھ ہی یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی ہستی۔ اسکی صفت شافی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا اس ہستی کے ساتھ خاص تعلق ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ کیا حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کا کوئی پیرو (جنہیں رائی کے برابر بھی ایمان ہو) یا کوئی کرسچین سائینٹسٹ، اس قسم کی شفا کا معجزہ پیش کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں

یہ مضمون نامکمل رہیگا۔ اگر مَیں اس جگہ پر اس زمانہ کے مامور و مرسل حضرت احمد نبی اللہ۔ مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے اس چیلنج کا ذکر نہ کروں جو حضور ؑ نے ایک دفعہ عیسائی مشنریوں کو دیا تھا۔ آپ نے اس میں لکھا:۔

"آپ لوگ مسیحؑ اوّل کے پیرو ہیں۔ جو نشانات دکھاتا تھا۔ اور آپ لوگوں کو اسکا قائم مقام ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور مجھے محمد رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ ہے۔ پس مَیں آپکو چیلنج دیتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ دعا میں اس طرح مقابلہ کر لیں۔ کہ بعض خطرناک مریض جو عام طور پر اچھے ہونے کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔ انکو لیکر بذریعہ قرعہ آپسمیں برابر تعداد میں تقسیم کر لیا جائے۔ پھر جو مریض میرے حصے میں آئیں۔ ان کے لئے مَیں دعا کروں۔ اور جو آپ لوگوں کے حصہ میں آئیں۔ ان کے لئے آپ دُعا کریں۔ پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس فریق کے بیماروں کو اچھا کرتا ہے" (منقول از احمدیت)

مگر افسوس کہ پادری صاحبان اس مقابلہ پر نہ آئے۔ آج قریباً بیس سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ کہ ہمارا پیارا آقا ہم سے جُدا ہو کر اپنے خالق حقیقی کو جا ملا۔ مگر یہ سلسلہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی ختم نہیں ہو گیا چنانچہ آپؑ کا سچا خادم اور حقیقی جانشین یعنی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ آج ہم میں بفضل خدا موجود ہے۔ اور وہ عیسائی پادریوں کو پھر ایک موقع شفا کے اس معجزہ کو دکھا دینے کو تیار ہے۔ کہ وہ اس نشان کو دکھا کر دنیا پر اپنے مذہب کی صداقت کو ثابت کر سکیں۔ کیا کوئی عیسائی پادری ہے۔ جو اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اس چیلنج کو قبول کرے؟

اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین کو اس زمانہ کے سچے مسیحؑ۔ اور صفت شافی کے حقیقی مظہر کے جانشین کو پہچاننے کی توفیق دے۔ آمین۔ والسّلام

خاکسار ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خاں۔ ایم بی۔ بی۔ ایس۔ سول ہسپتال جنجہ۔ یوگنڈا۔ افریقہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عدل، قربانی اور رحم

اسلام۔ عیسائیت اور ویدک دھرم کی بیشتر اختلافیات کا دائرہ رحم اور عدل کی حقیقت سے وابستہ ہے۔ گناہ ایک جرم ہے نافرمانی ایک بغاوت ہے اسکی سزا یا اصلاح ضروری ہے۔ ہر سہ مذاہب متفق ہیں۔ کہ انسان ایک ضعیف البنیان ہستی ہے۔ اسکے اعمال کی جزا و سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے بایں ہمہ ان کے بیان کردہ طریق جزا کی نوعیت بالکل مختلف ہے۔ ویدک دھرم اور عیسائیت گناہوں کی معافی کا جواب نفی میں دیتے ہیں اور اس کو خدا کی صفت "عدل" کے برخلاف بتلاتے ہیں۔ عیسائیت نے بجز موہوم کفارہ کے گناہوں سے نجات کا کوئی ذریعہ تسلیم نہیں کیا۔ ورنہ ایک بے گناہ کو "مورد لعنت" ماننے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ویدک دھرم نے تو طریق جزاء کو اتنا بھیانک بنایا ہے۔ کہ انتقامی رنگ سے نکل کر ظلم تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ انسانوں کو اپنے کیئے کا خمیازہ بھگتنے کے لئے حیوانات اور نباتات کے قالبوں میں جانا پڑتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ کوئی گناہ، کسی نوعیت کا گناہ قابلِ معافی نہیں۔ لکھا ہے:۔

"سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ معاف کرے تو اس کا انصاف جاتا رہے الخ" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۰۸)

گویا اللہ تعالیٰ کا عدل اور انصاف مجبور کرتا ہے۔ کہ ہر گناہ کی سزا دی جائے اسکے سوا کوئی طریق اصلاح نہیں۔ اسی "انصاف" کے تودۂ ریگ پر تناسخ اور کفارہ کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کو محبت اور رحم کے رنگ میں پیش کیا ہے اور "اِنَّ اللّٰہَ یغفر الذنوب جمیعًا" (اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیتا ہے) کہکر اس فلک بوس عمارت کو پیوند زمین کر دیا ہے۔ لفظی طور پر دیگر مذاہب بھی اللہ تعالیٰ کو رحم کا مجسمہ قرار دیتے ہیں۔ گائتری منتر میں اسے "رحم کا سمندر" قرار دیا گیا ہے۔ ویدک دھرم نے اگر "ماتا" کے لفظ سے اسکی محبت کو تعبیر کیا تو عیسائیت نے اسے "باپ" کے لفظ سے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر تفصیلی طور پر سب اسکے رحم سے انکاری ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ اگر ایشور اپنے رحم سے کسی کے گناہ معاف کردے یا اس کے اعمال صالحہ کی جزاء میں اضافہ کر دے تو نہ انسان کی انسانیت کو مقلوب کرنا پڑتا ہے اور نہ کسی کفارہ کی ضرورت رہتی ہے؟ چونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کو رحمٰن اور رحیم قرار دیتا ہے۔ اور اسکے رحم کو عملی رنگ میں تسلیم کرتا ہے اسلئے نہ وہ آواگون کی اُلجھن میں پڑا اور نہ کفارہ کے وہم کا شکار ہوا۔ عیسائیت اور ویدک دھرم کے سر دونوں نے عدل اور رحم میں تضاد اور تخالف بنا کر اپنے عقیدہ کی تائید کی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے رحم کو اسکے عدل کے تابع قرار دیا ہے۔ حالانکہ اگر عادل اور رحیم خدا کی صفات ہیں تو ان میں اختلاف اور تناقض کیسے؟ اور پھر اگر تضاد تھا۔ تو اسے عدل کے ماتحت کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟ بہر حال یہ نظریہ ایک واہمہ ہے۔ مگر ان دو عظیم الشان مذاہب کی موجودہ عمارت اسی پر قائم ہے۔ تناسخ کے حامی لکھتے ہیں:۔

(۱) "انصاف اور رحم میں برائے نام فرق ہے کیونکہ جو مطلب انصاف سے پورا ہوتا ہے وہی رحم سے۔ سزا دینے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ خطا سے باز آ کر دُکھ نہ پاویں وہی مطلب رحم کا ہے یعنی دوسروں کے دکھوں کو دور کرنا۔۔۔ جس نے جیسا اور جتنا برا کام کیا ہے۔ اس کو ویسی اور اتنی ہی سزا دینی چاہیئے اسی کا نام انصاف ہے۔ اور اگر قصوروار کو سزا نہ دی جاوے تو رحم صفحۂ ہستی سے مٹ جاویگا۔" (ستیارتھ پرکاش باب ۸)

"پرمیشور پر انصاف سے کام کرنا لازم آتا ہے کیونکہ وہ طبعاً پاک اور منصف ہے۔۔۔۔ اس کی تجویز جیووں کے کرموں کے مطابق ہوتی ہے نہ کہ کسی اور طرح۔"

"پچھلے جنم کے پاپ اور پن کے مطابق دکھ سکھ دینے سے پرمیشور ٹھیک ٹھیک منصف رہتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش ب ۸)

(۲) "ہم رحیم تو مانتے ہیں، مگر وہ رحم جو انصاف کی تردید و ترمیم کرے ہمیں کسی طرح تسلیم نہیں۔ اور نہ معقول طور سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۸۵)

کفارہ کے بانی لکھتے ہیں:۔

"اگر کوئی گناہ کرے۔ تو یسوع مسیح جو عادل ہے باپ کے پاس ہمارا شفیع ہے اور وہ ہمارے گناہوں کے لئے کفارہ ہے نہ صرف ہمارے گناہوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے لئے بھی۔" (۱۔ یوحنا ۲/۱-۲)

"اس (یسوع) نے آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن میں لکڑی پر اٹھا لیا تاکہ ہم گناہوں کی نسبت مر کے راستبازی میں جیئیں۔" (۱۔ پطرس ۲/۲۴)

"اسی میں ہم اس کے لہو کے وسیلے نجات یعنی گناہوں کی معافی پاتے ہیں۔" (کلسیوں ۱/۱۴)

گویا صفت عدل سے مایوس ہو کر کسی بیگناہ کو قربانی قرار دیا گیا یا تناسخ کا وہم اختراع کیا گیا۔ تاکہ گناہوں کا عوض ہو جائے۔ مگر یہ نہ سوچا گیا۔ کہ ایسی مجبوری کونسی ہے۔ کیا خدا بلا عوض محض ہماری توبہ سے گناہ معاف نہیں کر سکتا؟ ظاہر ہے۔ کہ وہ ضرور ایسا کر سکتا ہے۔ بالخصوص ان گناہوں کو جن کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو۔ اور بندوں کی حق تلفی کا عوض خود عنایت فرما کر توبہ کنندوں کو وہ بھی بخش دیتا ہے انسان ایک کمزور ہستی ہو کر اپنے قصوروار کو معاف کر دیتا ہے۔ تو کیا خدا تعالیٰ میں یہ صفت نہ ہوگی؟ ایسا خیال بالبداہت باطل ہے۔ سچی توبہ جو انسان کی بنیادوں کو ہلا دیتی ہے۔ گریہ وزاری پیدا کرکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بدی سے نفرت کا موجب ہوتی ہے۔ تائب انسان کی آہ و بکا الٰہی رحمت کو جوش زن کر دیتی ہے جو اس کے سب گناہوں پر خطِ نسخ کھینچ دیتی ہے۔ حقیقی توبہ یقیناً گناہ سوز ہے نادان ہے وہ جو کہتا ہے کہ توبہ گناہ کے لئے محرک ہے اس نے نہ توبہ کی حقیقت کو سمجھا اور نہ کبھی توبہ کرنے کی توفیق پائی۔ سچ یہ ہے کہ توبہ کا انکار گناہوں کی کثرت کا موجب ہے۔ کیونکہ اس طرح انسان کو مایوس و ناامید کر کے بزدل اور گناہوں پر بے باک بنا دیا جاتا ہے۔ پنڈت لیکھرام لکھتا ہے:۔

"بے شک توبہ کرنے کی ہندو لوگ بہت پروا نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ گناہ کی سزا ضرور ملیگی کسی طرح ایک شوشہ نہیں ٹلیگا۔" (کلیات آریہ مسافر صفحہ)

کیا یہ عبارت مایوسی کی بولتی تصویر نہیں؟ اور ایک گناہ کے مرتکب کو آئندہ کے لئے گناہوں پر جرأت نہیں دلاتی؟

نہایت ہی تعجب کا مقام ہے۔ کہ موجودہ عیسائی بھی کفارہ کی خاطر توبہ کے انکار میں ہندوؤں کے ہمنوا ہیں۔ حالانکہ ان کی الہامی کتب میں توبہ کی قبولیت کے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔ خود حضرت مسیح نے فرمایا ہے:

"آسمان میں ایک گنہگار کو جو توبہ کرتا ہے ننانوے راستبازوں سے جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے زیادہ خوشی ہوگی" (لوقا ۱۵)

مگر عیسائی ہیں کہ توبہ سے منکر اور مسیح کو گناہوں کی قربانی قرار دینے پر مصر۔ تاکہ صفت عدل پر حرف نہ آئے حالانکہ خود ربّ الافواج بنی اسرائیل سے بارہا کہہ چکا ہے:۔

"میں قربانی کو نہیں بلکہ رحم کو چاہتا ہوں" (متی ۱۲)

اور پھر بھلا یہ کونسا عدل ہے کہ کریں ہم اور بھرے مسیح۔ گنہگار عیسائی۔ مگر سزا یسوع کو دی جائے

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا عدل بایں معنی نہیں کہ وہ کسی پر احسان نہیں کرتا یا اسکے گناہ معاف نہیں کرتا۔ اسکے عدل کا مفہوم صرف یہ ہے کہ وہ کسی مجرم کو اسکے جرم سے زیادہ سزا نہیں دیتا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ معاف کرنا یا مزید احسان کرنا رحم میں داخل ہے اور خدا تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے پس وہ بیک وقت ہی عادل بھی ہے اور رحیم بھی۔ بلکہ فرمایا۔ وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ كُلَّ شَیْءٍ۔ کہ میرا رحم وسیع تر ہے۔ ہر موقعہ پر میرے رحم کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ پس گناہوں کی معافی عدل کے خلاف نہیں۔ اور ایسا ہی اعمال سے زیادہ بدلہ بھی۔ چنانچہ انجیل میں بھی لکھا ہے:۔

"جس نے رحم نہیں کیا۔ اس کا انصاف بے رحمی سے ہوگا اور رحم عدالت پر غالب ہوتا ہے۔" (یعقوب ۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گویا بقول "خواجہ" انجیل - قرآن مجید کا ماخذ ہے۔ اور قرآن مجید نے جو کچھ لیا - ادھورا یا ناقص یا مکمّل! بہرحال انجیل سے لیا - اور اسی کے متعلق آپ "تمام اسلامی دنیا" کو چیلنج دے رہے ہیں۔

"تمام صداقتوں" کا خزانہ؟

عیسائی انجیل کو "تمام صداقتوں" کا خزانہ بتلاتے ہیں اور مسلمان قرآن مجید کو خزینہ معارف و حقائق قرار دیتے ہیں۔ ایک محقق کا فرض ہے کہ وہ ان "چست گواہوں" کی شہادت پر قناعت نہ کرے بلکہ اصل "مدعی" سے پوچھے کہ کیا آپ کو "تمام صداقتوں" کا خزانہ ہونے کا دعویٰ ہے؟ ایسے متلاشی صداقت کو ہر دو کتب حسب ذیل جواب دینگی۔

انجیل کا جواب

"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ تم سے کہوں پر تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے ہو لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آوے تو تمہیں "ساری سچائی" کی راہ بتاویگی" (یوحنا $\frac{16}{12-13}$)

قرآن مجید کا جواب

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ ع) آج تمہارا دین مکمل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کامل نعمت نازل فرمائی اور تمہارے لئے دین اسلام کو مقرر فرمایا۔

یہ ہر دو جواب واضح ہیں۔ عیسائی دوست کو بہرحال تسلیم کرنا پڑیگا کہ "تمام سچائی کی راہ" انجیل مقدس نے نہیں بتائی ورنہ یہ آیت غلط ہے۔ ہاں قرآن مجید کو تمام صداقتوں کے خزانہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ علاوہ بریں اگر انجیل "تمام صداقتوں کا خزانہ" ہے تو استثناء کی اس پیشگوئی کا کیا مطلب ہے جس میں لکھا ہے:-

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا" $\frac{18}{18}$

"فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اسکے دہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی" $\frac{33}{2}$

کیونکہ خود انجیل نویس بھی اس پیشگوئی کو یسوع پر چسپاں نہیں کرتے۔ چنانچہ حواریوں کے اعمال کی کتاب میں لکھا ہے:-

"اور ضرور ہے کہ آسمان اسے (یسوع کو) لئے رہے اسوقت تک کہ سب باتیں جن کا خدا نے اپنے سب مقدس نبیوں کی زبانی قدیم سے ذکر کیا بحال ہو دیں۔ کیونکہ موسیٰ ؑ نے باپ دادوں کو کہا کہ خداوند تمہارا خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھاویگا اسکی سنیو سب باتوں میں جو وہ تم کو کہے" $\frac{3}{21-22}$

گویا "آتشی شریعت" والا نبی اور "سب باتیں" بتلانے والا پیغمبر ابھی انجیل کے بعد آنیوالا ہے۔ لہٰذا انجیل کے متعلق مندرجہ بالا دعویٰ خود انجیل سے باطل ہو جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لہٰذا کفارہ کا اعتقاد باطل اور تناسخ کا خیال غلط ثابت ہُوا۔ اور اسلام نے جو طریق بتلایا وہی برحق ٹھیرا۔ کیونکہ فطرت انسانی بھی اللہ تعالیٰ کے رحم کو ہی مقدّم کرتی ہے۔ اگر اس کا رحم انسان کی یاوری نہ کرے تو انسان کیا اور اس کے اعمال کیا؟ کیا ہی مقدّس اور عارف انسان تھا جس نے باوجود "سیّد ولد آدم" ہونے کے خدا کے رحم کو طلب کیا۔ اللّٰھمّ صلّ علیہ وسلّم۔

بالآخر یاد رہے۔ کہ محض عدل اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان نہیں جب تک اس کے ساتھ اس کا رحم بھی نہ ہو۔ باقی مذاہب اس کے عملی رحم کے قائل نہیں۔ اسلام اس کے رحم پر ہی انحصار بتلاتا ہے۔ اور عدل اور قربانی رحم کی سٹیج کے ادنیٰ درجات ہیں۔ اس لئے وہ رحم کے خلاف نہیں۔ مگر رحمت آلٰہی کے صحیح نقشہ کے لئے وہ معیار بھی نہیں ٭

خاکسار اللہ دتا جالندھری قادیان

بنو اسمٰعیلؑ اور خُدا کے وعدے

متعصب پادری صاحبان نے جب دیکھا۔ کہ کتاب مقدّس کی وہ پیشگوئیاں جو کہ "وہ نبی" کے متعلق تھیں۔ وہ کُھلے کُھلے طور پر نبیٔ عرب سیّدنا حضرت محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر چسپاں ہوتی ہیں تو اپنے شکستہ دلوں کو اس طرح تسلّی دینی شروع کی۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تو لونڈی کے بطن سے تھے اس لئے وہ اور ان کی اولاد ابراہیمی اور موسوی وعدوں سے محروم الارث ہیں۔ لیکن آخر باطل باطل ہوتا ہے۔ ان الباطل کان زھوقا۔ انسانی فطرت باطل کے مالا یطاق بوجھ کو اوّل تو اُٹھا ہی نہیں سکتی۔ لیکن اگر کسی وقت وہ اُسے اُٹھا بھی لے۔ تو یہ عارضی بات ہوتی ہے۔ نہ کہ دائمی۔ اس قانون کے ماتحت وقتاً فوقتاً یہود اور نصاریٰ دونو قوموں کے بعض افراد کی قلم و زبان سے حق پُھوٹتا رہا ہے۔ جسکی تائید میں کثیر التعداد واقعات میں سے ایک واقعہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ رائٹ ریورینڈ ٹامس نیوٹن ڈی ڈی بشپ آف برسٹل نے ایک کتاب بنام "The Prophecies which have remarkably been fulfilled" یعنی پیشین گوئیاں جو کہ نہایت شاندار طریق پر پوری ہوئیں" لکھی ہے۔ اِس کتاب میں انہوں نے عہد عتیق کی مختلف پیشگوئیاں جو کہ انکے نزدیک پوری ہو چکی ہیں انکو پیش کیا ہے۔ اور ایک باب بعنوان "اسمٰعیلؑ کے متعلق پیشگوئیاں" پر بھی وقف کیا ہے۔ اس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ابراہیمؑ سے وعدے جو کہ اسمٰعیلؑ کے متعلّق تھے نہ صرف وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اپنی ذات میں ہی پورے ہوئے ہیں۔ بلکہ اُس کی نسل میں بھی من حیث قوم پورے ہوئے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش آپ کی زندگی کے واقعات آپکے اخلاق و عادات اور آپ کی نسل اور اسکے خصائل اور انکے تاریخی واقعات کو پیش کرتے ہوئے بشپ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"ان تمام تفاصیل کو سامنے رکھ کر اگر ہم انصاف سے سوچیں۔ تو کیا ہمیں معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اِس تمام کارروائی میں شروع سے لیکر آخر تک خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے؟ ۔مقدس تاریخ کے کہنے والے کہتے ہیں۔ کہ وہ تمام پیشگوئیاں جو کہ اسمٰعیلؑ کے متعلق تھی۔ اُن میں سے کچھ فرشتہ کے ذریعہ سے کی گئی تھیں اور کچھ خود خدا تعالیٰ کے ذریعہ۔ اور فی الحقیقت خدا یا خدا کے مامورین و مرسلین کے سوا اور کون اسقدر تفاصیل کے ساتھ آئندہ واقعات کی حقیقت اور ان کے ظہور کی کیفیت بیان کر سکتا تھا کسی شخص واحد کے متعلق ایسے واقعات کا بیان کرنا جبکہ وہ ابھی پیدا نہ ہُوا ہو۔ اور وہ تمام کوائف و احوال بانیٔ خاندان سے لیکر موجودہ وقت تک اسکی تمام نسل میں پایا جانا ایک حیرت انگیز بات ہے۔کوئی انسانی عقل اور دانش انکو اتنی دُور سے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کہ کسی آدمی کی تمام نسل اسقدر گہرے طور پر اُس سے مماثلت اختیار کرلے کہ اُن کے اندر وہی جذبات عادات اور رسومات تمام زمانوں کے اندر قائم رہیں۔صاف سے صاف چشموں کے پانی ایک وقت کے بعد متغیر اور مکدر ہو جاتے ہیں۔ اور جتنی دُور تک اُن کے پانی آگے بہتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ وہ دوسرے پانیوں کے ساتھ ملکر اپنی تمیز کو مٹا دیتے ہیں۔ دیکھو موجودہ اطالوی بہادری اور دوسری خوبیوں کے لحاظ سے کسقدر قدیم رومیوں سے مختلف ہیں۔ کس طرح موجودہ فرانسیسی اور انگریز اپنے وحشی آباؤ اجداد گال اور برٹنس کی نسبت مہذب اور شستہ ہیں۔ انسان اور انکے اطوار وقت کے ساتھ بدل جاتے ہیں لیکن تمام انقلابات میں عرب بالکل ویسے کے ویسے ہی یا نہایت خفیف تبدیلی کے ساتھ اُسی قدیم حالت میں چلے آرہے ہیں۔ اسمٰعیلؑ کا ختنہ کیا گیا تھا۔ اسی طرح اُن کی آل اولاد اِس وقت تک بھی ختنہ کراتی ہے۔ اسمٰعیلؑ بیابانوں میں خیموں میں رہتا تھا۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقالِ خیمہ کرتا رہتا تھا۔ اس کی اولاد بھی اسی طرح کرتی ہے۔ وہ جنگلوں میں تیرانداز تھا۔ اسکی اولاد بھی اُسی طرح ہے۔ وہ بارہ[۱۲] قوموں اور سرداروں کا باپ ہُوا تھا۔ اسی طرح اس کی اولاد اِس وقت تک قبائل میں منقسم ہے۔ وہ جنگلی اور وحشی آدمی تھا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف تھا۔ اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف تھے۔ عرب اسوقت تک جنگلی حالت میں رہتے ہیں۔ ان کا ہاتھ سب کے خلاف ہے۔ اور سب کا ہاتھ ان کے خلاف ہے۔" صفحہ ۳۰ و ۳۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مَیں کہتا ہوں۔ کہ کیا یہ کچھ حیرت انگیز بات نہیں۔ کہ کچھ لوگ عمروں تک ایک ہی قسم کے مزاج اپنے اندر قائم رکھتے چلے جائیں۔ لیکن اُس سے بھی زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے۔ کہ وہ اپنے اِس مزاج کے ساتھ اور اُس دشمنی کے باوجود جو کہ تمام دنیا اُن سے رکھتی ہے۔ آزادانہ زندگی بسر کر رہے ہیں [" وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا"] یہ عذر نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں کو مفتوح کرنے کے لئے کوئی ممکن کوشش نہیں کی گئی۔ کیونکہ دنیا کے بڑے سے بڑے فاتحین نے اپنی اپنی باری پر اپنا پورا زور لگایا ہے۔ اور بعض اُن میں سے ان کو مفتوح کرنے کے بالکل قریب پُہنچ چکے تھے۔ یہ بھی عذر نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس ملک کی گرم اور خشک آب وہوا اور آمدورفت کے وسائل کی دِقّت اَن کی حفاظت کا موجب رہی ہے۔ کیونکہ کئی لوگ اس مُلک کے اندرون تک بھی گھُسے ہیں۔ لیکن انہوں نے اسے پورے طور پر مفتوح نہیں کیا۔

مَیں جانتا ہوں۔ کہ ڈیوڈورس سوکس اہل عرب کی حفاظت کو اُن کے ملک کی گرم اور خشک آب وہوا پر محمول کرتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ جو کوئیں انہوں نے کھود رکھے ہیں۔ وہ صرف انہی کو معلوم ہیں۔ اور اُن کے دشمن اور حملہ آور ان کوؤں سے ناواقفی اور پانی کی نایابی کی وجہ سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بیان حقیقت اور صداقت سے بہت دُور ہے۔ بہت سی فوجوں کو سامانِ زیست اس ملک میں حاصل رہا ہے۔ مگر عرب پھر بھی مفتوح نہیں ہو سکے۔ اس بات کو ہمیں کسی اور سبب پر محمول کرنا پڑیگا۔ جب تمام انسانی قیاسات کے مطابق وہ تباہی کے کنارے پر پُہنچ چکے تھے۔ اُس وقت بھی حیرت انگیز طور پر قدرت نے ان کو بچا لیا تھا۔ سکندر اُن کے خلاف حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ جبکہ ایک محرقہ بخار نے اسکو پکڑ لیا۔ اور وہ عین شبابِ زندگی میں مر گیا۔ پمپی اس ملک کو فتح کرنے کے لئے نکل چُکا تھا۔ جبکہ کوئی اور ضروری کام اس کو دوسری طرف لے گیا۔ ایلیس اِس ملک کے اندر دور تک گھُس چکا تھا۔ جبکہ ایک مُہلک مرض نے اس کی بہت سی فوج کو تباہ کر دیا۔ اور وہ واپسی پر مجبور ہو گیا۔ تراجن نے دارالخلافہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ لیکن بادلوں بجلیوں اور بگولوں اور اسی قسم کے دیگر عذابوں نے اس کو شکست فاش دی اور جتنی بار بھی اُس نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا۔ اس کا یہی حشر ہوتا رہا۔ سورس نے اُسی دارالخلافہ کا دُو دفعہ محاصرہ کیا۔ اور دونو دفعہ ہی اُس کے سامنے سے پسپا کیا گیا۔ ڈی اَن جو کہ بہت ہی بلند مرتبہ اور صاحبِ اصول مُورخ ہے۔ اگرچہ وہ بُت پرست تھا لیکن وہ صاف طور پر ان دونو شہنشاہوں کی شکست کو آلٰہی طاقت کی مداخلت پر محمول کرتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارے لئے جو کہ پیشگوئیوں کے حامل ہیں۔ یہ بات زیادہ یقین کا موجب ہے۔ کہ ضرور اس حفاظت میں الٰہی مداخلت ہے۔ اور فی الحقیقت یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے۔ کہ ایک واحد قوم تمام دنیا کی دشمنی کے بالمقابل کسی لمبی مدت تک قائم رہے خصوصاً متواتر چار ہزار سال تک۔ اُن کے گرد اگرد کی بڑی بڑی سلطنتیں اپنے اپنے وقتوں پر تباہ ہو گئیں۔ حالانکہ عرب ابھی تک شروع سے لیکر اسوقت تک ویسے ہی چلے جا رہے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ آخر تک وہ ایسے ہی چلے جاوینگے۔ اور یہ بات عام انسانی حالتوں میں اگر بالکل ناممکن نہیں ہے تو بہت حد تک غیر اغلب ضرور ہے۔ یہ صرف علم الٰہی تھا۔ جو اتنی دُور تک دیکھ سکتا تھا۔ اور یہ صرف الٰہی قدرت ہی ہے۔ جو کہ اس کو پورا کر رہی ہے" صفحہ ۳۱-۳۲-۳۳

پس مسیحی صاحبان سوچیں۔ کہ جیسے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ نعوذ باللہ لونڈی کے بطن سے تھے۔ کیا کسی لونڈی زادے کے متعلق بھی خدا تعالیٰ کا ایسا خاص الخاص علم اور خاص الخاص قدرت ظاہر ہوئی۔

لونڈی کے بیٹے کو چھوڑو۔ تم اسکے حالات میں ہی خدا تعالیٰ کا یہ علم اور یہ قدرت دکھا دو۔ جس کو تم بزعم خود خدا کا بیٹا سمجھتے ہو*

خاکسار مصباح الدین احمدؐ عفی اللہ عنہ

تتمہ مضمون

"یہودیوں کے علاوہ عرب ہی ایسے لوگ ہیں جو کہ شروع سے لیکر اسوقت تک ایک الگ امتیاز اپنے اندر رکھتے چلے آتے ہیں۔ اور بہت سی باتوں میں بھی وہ آپس میں ملتے ہیں۔ عرب اور یہود دونو ہی ابراہیمؑ کی نسل ہیں اور وہ دونو ہی اپنے اس ابو المومنین کی نسل میں سے ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ عرب اور یہود دونو ہی ختنہ کراتے ہیں۔ اور وہ دونو ہی اس رسم کو ابراہیمؑ سے پائی ہوئی بیان کرتے ہیں۔ عرب اور یہود دونو ہی کے بارہ خاندان ہیں اور وہ بانیان خاندان ان کے سردار اور حاکم ہوتے ہیں۔ عرب اور یہود دونو ہی باہم شادیاں کرتے ہیں۔ اور وہ دونو ہی اپنی بعض رسومات میں خاص ممتاز ہیں۔ اور وہ تمام زمانوں میں الٰہی پیشگوئیوں اور صحف الٰہیہ کی صداقت کی زندہ یادگار رہے ہیں۔ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے متعلق جن صفات اور اوصاف کا ذکر کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ جب ہم انہیں باتوں کو اسوقت بھی ان کی اولاد کے اندر موجود پاتے ہیں تو ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ضرور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ ان اوصاف کے حامل تھے اور اس مشاہدہ سے ہمارا ایمان ان دونو بزرگوں کے متعلق مضبوط ہو جاتا ہے ان واقعات کی صاف صاف حقیقت سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ صرف خدائے بلند و برتر ہی ہے جو کہ انسانوں پر حکومت کرتا ہے اور اسکی صداقت اور اس کا رحم ہمیشہ کے لئے ہے" صفحہ ۳۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت موسیٰؑ کا بحر قلزم سے عبور

قرآن میں لفظ "یم" صرف حضرت موسیٰؑ کے حالات کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ "یم" ایسا پانی ہے جو جھیلوں، جوہڑوں، تالابوں، میں پایا جاتا ہے۔ وہ "یم" جہاں حضرت موسیٰؑ کا تابوت آکر کھڑا ہوا ایک جھیل کا پانی تھا جسکے کنارے پر شاہی محل تھا۔ اور اس میں پانی نیل کی شاخ "تینس" سے لایا گیا تھا۔ چونکہ بنی اسرائیل نے "البحر" کو عبور کیا۔ اور لشکر فرعون "یم" میں غرق ہوا۔ اس لئے بحر اور یم دونو کا ایک دوسرے کے قریب واقع ہونا لازم ہے۔

توریت میں ان تمام مقامات کا نام لکھا ہے جہاں سے بنی اسرائیل کا گذر بوقت خروج ہوا۔ خدا نے بنی اسرائیل کی یہ رہبری نہ کی کہ وہ فلسطیوں کی راہ سے جائیں اگرچہ وہ نزدیک کی راہ تھی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ لڑائی دیکھ کے پچتائیں اور مصر کو پھر جائیں۔ بلکہ ان لوگوں کو خدا نے دریائے قلزم کے بیابان کی طرف پھیرا (خروج ۱۳ $\frac{17}{18}$) پھر وہ "سقوط" سے روانہ ہوئے اور بیابان کے کنارہ "ایتام" میں اتر پڑے (خروج $\frac{13}{20}$) ارشاد الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل سے کہہ کہ پھریں اور "فی البحر" کی "معدل" اور دریا (البحر) کے درمیان مقیم ہوں "بعل صفون" کے مقابل جو دریا (البحر) کے کنارے ہے مقیم ہوں۔ فرعون بنی اسرائیل کے حق میں کہیگا کہ وہ اس زمین میں پھنسے ہیں۔ اور بیابان نے انہیں بند کیا ہے (خروج $\frac{14}{3}$)" "اور فرعون کے سارے گھوڑوں اور اسکی گاڑیوں اور اسکے سواروں اور اسکے لشکر نے انکو خیمہ کھڑا کرتے ہوئے دریا (البحر) پر فی الحیراۃ اور اسکے آگے بعل صفون کے مقابل جا ہی لیا" (خروج $\frac{14}{9}$) "پھر تمام رات ایک لشکر دوسرے لشکر کے نزدیک نہ آیا۔ پھر موسیٰؑ نے دریا پر ہاتھ بڑھایا اور خداوند نے بسبب پوربی آندھی کے تمام رات میں دریا کو سکھا دیا اور پانی کے دو ۲ حصے کیئے اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر گئے اور پانی کی انکے داہنی اور بائیں دیوار تھی (خروج ۱۴ $\frac{19}{22}$)" "اور دریا صبح ہوتے اپنی اصلی قوت پر لوٹا اور مصری اسکے آگے بھاگے اور خداوند نے مصریوں کو ہلاک کیا ××××× اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوڑا" (خروج ۱۴ $\frac{27}{29}$) موسیٰؑ اسرائیل کو دریائے قلزم سے لے آیا۔ اور وہ سور کے بیابان میں گئے۔ اور تین دن تک بیابان میں چلے گئے۔ اور پانی نہ پایا اور جب وہ مارہ پر آئے تو مارہ کا پانی نہ پی سکے کیونکہ وہ کڑوا تھا۔ اسلئے اس کا نام مارہ ہوا۔" (خروج ۱۵ $\frac{22}{23}$)

توریت میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل نے "رعمسیس" سے خروج کیا اور اسجگہ سے سقوط میں آئے۔ اور ان مقامات سے گزرے جنکا ذکر ہو چکا ہے۔ بنی اسرائیل نے فرعون کیلئے "خزانے کے شہر پتوم اور رعمسیس بنائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے۔ اس مقام کا تعین اکثر محققین نے غلط کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے یہ تسلیم کر لیا کہ عبور بحر قلزم سے ہُوا تھا ڈاکٹر نوبلی کا یہ قیاس ہے کہ عبور اس مقام سے ہُوا جسکو اب "طمسہ" کہتے ہیں۔ سر ولیم ڈاؤسن وہ مقام بتاتے ہیں جو "مارہ" کہلاتا ہے۔ اور ڈاکٹر ایبرا در ٹریسل بحر قلزم کا شمالی کونہ تجویز کرتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر برعش بے المانی کی تحقیق وقیع ہے اور بالکل توریت اور قرآن کے مطابق ہے ڈاکٹر موصوف خدیو مصر اسمٰعیل پاشا کے ہاں بیس سال ملازم رہا۔ اس عرصہ میں مصری کتبوں کا مطالعہ کرتا رہا اور انہی کتبوں سے تاریخ مصر لکھی اور خروج بنی اسرائیل پر ایک عالمانہ مضمون لکھا۔ تین دفعہ اس راستہ پر سفر کیا جہاں سے بنی اسرائیل گذرے تھے جس تفصیل سے ڈاکٹر صاحب نے بحث کی ہے اس کی گنجائش اس مضمون میں نہیں ہے۔ لیکن اقتباس حسب ذیل ہے:-

دریائے نیل کی دو شرقی شاخیں پلوزیم اور تینس ہیں جو برکتہ منزلہ میں گرتی ہیں۔ لیکن قرون اولیٰ میں پلوزیم بحر روم (البحر) میں گرتی تھی۔ دونوں شاخوں کے درمیان دوآبہ متوسط کہلاتا تھا۔ جن کا خاص شہر "فی قوم" "باتوم" کہلاتا تھا۔ سقوط کا ترجمہ "ضیمہ" ہے۔ سقوط سے ایک طریق مصری مشرقی سرحد کی طرف پلوزیم قصبہ کو جاتی تھی۔ یہاں ایک قلعہ تھا جس کو "ختم" کہتے تھے اور اس راستہ کی حفاظت کرتا تھا۔ جو عرب سے سقوط کو آتا تھا۔ ختم کے علاوہ ایک اور قلعہ "سر" یا "سجل" نامی تھا۔ اس کے معنی "سر" ہیں۔ یہ سقوط کی غربی حد پر واقع ہے یعنی اس راستہ یا طریق کی مشرقی حد پر ختم اور مغربی حد پر سجلی دو قلعے واقع تھے۔ سجلی اس مشہور شہر تنیس اعمیعس کے قریب میں وارد تھا یہ طریق جسکے دونو سروں پر دو قلعے واقع تھے۔ سقوط کے میدان سے ہو کر دلدل اور جھیلوں میں سے گذرتا۔ یالامتی لکھتا ہے کہ راستہ ایسا تھا کہ اس پر اس ملک کے

بدوی ہی سفر کر سکتے تھے۔ سقوط کی زمین دلدلی تھی۔ اس لئے قیاس ہو سکتا ہے کہ کس لئے کتبوں میں قصبوں اور قلعوں کا وقوع صرف سرحد پر لکھا ہے۔ اس علاقہ کے اندرونی حصہ میں قصبوں اور قلعوں کی بنیاد قائم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں رہ سکتی تھی۔ اس کی تائید یونانی اور رومی مورخین بھی کرتے ہیں۔

سقوط کے مشرق میں ایک قلعہ ایک جھیل کے قرب میں واقع تھا جس کو "معدل" کہتے تھے اس کا خالص مصری نام "سموۃ" تھا اس مقام پر اب کھنڈر موجود ہیں اور اب بھی اس کو "تل السموٰۃ" کہتے ہیں۔ یہ مصر کی انتہائی شمالی حد حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں تھی۔ جیسا کہ "اسوان" (ہاتھوں کا شہر) انتہائی جنوبی حد تھی۔ یہی وہ "سموۃ" (معدل) ہے جس کا ذکر توریت میں ہے۔

عمیس سے دو راستے جانب شرق جاتے ہیں ایک تو یہی راستہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور وہ مسافر اختیار کرتے جن کے پاس زیادہ بوجھ نہ ہوتا۔ یہ راستہ شمال مشرقی جانب پلوزیم قصبہ تک جاتا۔ دونو مقامات کے درمیان "قوم" "تیوم" مساوی فاصلہ پر واقع تھا۔ اس کے علاوہ ایک راستہ تھا اس راستہ پر چار منزلیں تھیں (۱) عمیس (۲) سور (دیوار) (۳) سجل یا سحر (۴) ختم جسکو توریت "ایتم" لکھا ہے۔ یہ قلعہ تھا اور اس سے مختلف تھا جو سقوط میں واقع تھا۔ امتیاز پیدا کرنے کیلئے اسکو کتبوں میں "ختم جو عمیس" میں واقع ہے لکھا ہے۔ کتبوں کے مطابق یہ "ختم" نیل کی شاخ پلوزیم کے دونو کناروں پر واقع تھا۔ اس قلعہ یا قلعوں کے بالمقابل دیواروں کے درمیان پلوزیم بہتی تھی۔ اور اس جگہ ایک پل تھا جسکو "قنطرہ" کہتے۔ اگرچہ اب اس کا نشان نہیں ملتا۔ مگر نام باقی ہے اور اسکو "حصیر القنطرہ" کہتے ہیں۔ جو ختم سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے۔ ان قلعوں سے کچھ فاصلہ پر اور ان کے پیچھے ایک قصبہ تھا جس کو مصری کتبوں میں "ینبہ" لکھا ہے یونانی مورخ ہیروڈوٹس اس کو جمع کے صیغہ میں دفینے لکھتا ہے۔ کیونکہ اس جگہ دو قلعے تھے اور ان کے ساتھ لفظ "پلوزین" بھی لکھا ہے۔ جہاں یہ واقع تھے فی زمانا ان قلعوں کے کھنڈر موجود ہیں اور انکو "تل دفنہ" کہتے ہیں۔ مصری "تنبہ" اور عربی دفنہ اور یونانی دفنے میں فرق صرف لہجہ کا ہے۔ خوش قسمتی سے ایک پرانی تحریر دستیاب ہوئی ہے جو عجائب خانہ لنڈن میں موجود ہے اور اسی زمانہ کی تحریر ہے جب بنی اسرائیل مصر میں آباد تھے۔ راقم کے دو غلام فرار ہو گئے تھے یہ شخص انکے تعاقب میں نکلا۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

شام کا وقت تھا اور سرما کے تیسرے مہینے کی نو تاریخ تھی۔ جب میں شاہی محل کے صحن سے دو غلاموں کے تعاقب میں نکلا اسی ماہ کی دسویں تاریخ کو میں سقوط کی سد پر پہنچا۔ اس جگہ مجھے اطلاع ملی کہ دونو جنوبی راستہ کو لوٹے ہیں۔ بارھویں تاریخ میں ختم پر پہنچا۔ اس جگہ معلوم ہوا کہ وہ سور (دیوار) کے علاقہ سے پرے "شاہ شیط منفتح" کے بعدل کے شمال میں نکل گئے ہیں۔

اگر اس تحریر میں راقم کی جگہ فرعون اور دو غلاموں کی جگہ حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل لکھے جائیں تو آسانی سے اس "طریق" کا پتہ چل سکتا ہے۔ جو بنی اسرائیل نے اختیار کی۔ جس طرح بنی اسرائیل نے "ایتام" میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تیسرے روز قیام اسی طرح یہ مصری ایمیس کو چھوڑ کر ختم پر تیسرے روز پہنچا جسکے آگے صحرا شروع ہوتا تھا۔

جس طرح اس مصری نے صحرا میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ کی کیونکہ غلاموں نے شمالی سمت جانب بعدل اور سور اختیار کی تھی۔ اسی طرح بنی اسرائیل لوٹے اور اس جھیل کی طرف گئے جسکو یونانی "سربن" کہتے جو بحر روم کے ساحل پر اس طرح واقعہ تھی جس طرح "برکۃ منزلہ" ہے۔ مصری اسکو "یم سوف" کہتے۔ کیونکہ اس میں کائی اور صوف نہایت گنجان تھا۔ "سور" اسکے مغربی کنارہ پر واقع تھا۔ اور یہ "طریق" بعدل سے نکل کر سور تک آئی۔ بحر روم اور اس جھیل کے درمیان (جو نیل کی شاخ بلوزیم کے پانی سے بنی ہوئی تھی) ایک طویل مانند تنگ زمین تھی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح برکۃ منزلہ اور بحر روم کے درمیان ایک طویل شکستہ قطعہ زمین ہے۔ جہاں بندرگاہ صعید اور سکندریہ وغیرہ واقع ہیں۔ قدیم زمانہ میں یہی ایک راستہ مصر سے ارض فلسطین کو جاتا تھا۔ یہ جھیل اب مٹی سے بھر گئی ہے۔ لیکن ان ایام میں ایسی خطرناک جگہ تھی کہ ڈائی ڈورس لکھتا ہے:-

"جانب شرق مصر کچھ تو نیل کے باعث اور کچھ صحرا اور دلدلی میدانوں کی وجہ سے محفوظ ہے۔ جسکو مغارہ کہتے ہیں۔ مصر اور جنوبی شام کے درمیان ایک جھیل ہے۔ جس کا عرض تو بہت کم ہے مگر عمق حیرت انگیز ہے طول میں بیس میل ہے۔ اسکو سربن کہتے ہیں۔ بےخبر مسافر جب اسکے قریب آتا ہے تو نامعلوم خطرات میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا شکم بہت تنگ ہے اور ریت کے بلند تودوں سے محدود ہے۔ جب جنوبی ہوا چلتی ہے تو ریت اڑ اڑ کر اسکی سطح آب پر پھیل جاتی ہے۔ اور سطح آب کو پوشیدہ کر دیتی ہے۔ اور بظاہر یہ خشک زمین ہی نظر آتی ہے گویا اسپر دام ہمرنگ زمین بچھا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی لشکر گمراہ ہو کر اس میں غرق ہو گئے۔ کیونکہ جب مسافر قدم بڑھاتا ہے پاؤں کے نیچے ریت کھسکتی جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ جیسے کسی کو فریب دیکر دام تزویر میں پھنسانا ہوتا ہے مسافر کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ جب مسافر اس خطرہ کو محسوس کرتا ہے جو واقع ہونیوالا ہوتا ہے تو اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا۔ کیونکہ جب انسان دلدل میں پھنس جاتا ہے تو پھر کر نکل نہیں سکتا کیچڑ اسکے اعضاء کی حرکت کو ساکن کر دیتا ہے اور سہارا لینے کیلئے کوئی شے بھی وہاں نہیں ہوتی۔ مسافر تہ کی طرف دھنستا چلا جاتا ہے۔ اسوقت کوئی مددگار نہیں ہوتا۔ ریت کے تودے بھی ساتھ ہی ڈوبتے جاتے ہیں۔ اس قسم کی زمین ان میدانوں کی ہے اور اسکے لئے لفظ مغارہ (Barathra) موزون ہے۔

یہ وہ مقام ہے جسکو توریت میں "فی البحرات" لکھا ہے۔ جہاں حضرت موسیٰؑ کی رہنمائی میں بنی اسرائیل ٹھہر گئے۔ اور اسلئے فرعون بھی تعاقب کرتا ہوا آ پہنچا۔ عربی میں اس لفظ کی اصل "حیر" ہے۔ حیرت کا مفہوم وہ حالت ہے جو انسان پر گذرتی ہے جب وہ گرداب میں آ رہتا ہے یا دلدل میں پھنس جاتا ہے اور اس مشکل سے نکلنے کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا اسی لفظ کا ترجمہ ڈائی ڈورس نے - - - - - - - کیا ہے۔ چونکہ مصر کی قدیم زبان عربی تھی اس لئے مصری ناموں کا مفہوم واضح ہے۔

جس کو اب "جبل العقرہ" کہتے ہیں۔ یونانی عہد میں زی۔ایس۔کے۔سی۔ایس (Zeus Cassius) کہلاتا۔ زی۔ایس (ضیاء) یونانیوں کا بڑا دیوتا تھا۔ جیسکے حالات مصری یا شامی دیوتا "بعل" کے مطابق ہیں "بعل صفون" کے یعنے شمال کا دیوتا ماخوذ ہے یہ مصری دیوتا "حاموں" کا سامی نام تھا۔ کتبوں میں "حیرۃ" کا دیوتا اس کا خاص لقب ہے۔ اس لئے یونانیوں نے بعل کا ترجمہ "زی ایس کے سی ایس" کیا

یہ قطعہ زمین جو زبان کی صورت تھا ایک طرف بحر روم اور دوسری طرف اس خطرناک جھیل سربنیں سے محدود تھا اس کے ایک طرف حیرۃ جانب غرب اور جانب شرق بعل صفون تھا۔ اسی قطعہ زمین پر وہ طریق گذرتی ہے جس سے بنی اسرائیل سلامت گذر گئے اور اسی حیرۃ میں لشکر فرعون غرق ہوا۔

آیات سے واضح ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے خروج رات کے وقت کیا اور دن نکلے ان کا تعاقب ہوا اور بحر پر ایک دوسرے کو دیکھا۔ توریت کی آیات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ لشکر فرعون رات کے وقت بحر پر پہنچ گیا تھا لیکن دونو جماعتوں کے درمیان کہر اور غالباً رات کی تاریکی تھی۔ اس لئے علیحدہ رہے۔ مگر صبح کے وقت بنی اسرائیل نے دیکھا تو ہاتھ پاؤں بھول گئے۔ توریت میں مذکور ہے کہ تمام رات پوربی آندھی چلتی رہی اور دریا خشک ہو گیا اور پانی کے دو حصے ہو گئے اور بنی اسرائیل سوکھی زمین پر ہو کے گذرے۔

آیات فاضرب لھم طریقاً فی البحر یبسا اور لا تخٰف درکاً ولا تخشٰی اور اترک البحر رھوا میں صرف وہ مقام بتایا جہاں دریا کو عبور کرنا تھا۔ بلکہ وہ وقت جبکہ بحر بحالت جزر تھا۔ البحر بحر روم کے سوا اور ہو نہیں سکتا "طریق" وہ راستہ ہے جس پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ لا تخٰف درکاً ولا تخشٰی دو خطروں کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک دھڑکا تو یہ تھا۔ کہ دھرے نہ جائیں اور دوسرا خطرہ اس خطرناک جھیل کا تھا کہ کہیں دلدل میں نہ آ رہیں۔

آیت فاضرب لھم طریقاً فی البحر یبسا میں ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو اس طریق کی جستجو تھی جو بحر اور جھیل کے درمیان ایک تنگ راستہ تھا جس کا مذکور ہو چکا ہے۔ اس طریق کی خصوصیت کو لفظ "یبس" سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جب بحر کا پانی مد پر ہوتا اس طریق پر بھی پانی بھر جاتا بلکہ جھیل میں بھی لہراتا ہوا جاتا۔ اور بحالت جزر یہی طریق خشک ہوتی اور بحر اور جھیل میں حد فاصل تھی۔ غرض یہ تنگ قطعہ زمین گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا۔ کبھی تر اور کبھی خشک ہوتا۔ اور یہی لفظ "یَبَس" کا مفہوم ہے کہ نہ تر اور نہ خشک ایسی جگہ فی البحر ہی ہو سکتی ہے

xxx جب بحری حالت میں تغیر تھا بنی اسرائیل عبور کر گئے۔ اور فرعونی لشکر بھی قریب آ گیا۔ اسوقت کہر چھائی ہوئی تھی [illegible] تھا۔ فرعون کا خیال تھا کہ بنی اسرائیل اتنی جرأت نہ کرینگے۔ توریت میں لکھا ہے کہ فرعون کہیگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ اس زمین میں پھنسے ہیں اور بیابان نے انہیں بند کیا ہے۔ لیکن جب ہوا نے کہر کے دھوئیں بکھیر دیئے تو فرعون نے دیکھا کہ بنی اسرائیل بے تکلف آگے بڑھ رہے ہیں تو وہ بھی تعاقب میں آگے بڑھے ——

جسوقت بنی اسرائیل اس طریق کو قطع کر چکے تو لشکر فرعون بھی نصف کے قریب طے کر چکا تھا۔ اس وقت ہوا کا رخ بدلا اور جنوب کی طرف چلنے لگی اور بحر میں تلاطم شروع ہو گیا۔ پانی پہلے تو ان کے قدم چومنے لگا پھر تھپیڑے چپنے لگا۔ اور راکب و مرکب دونو کو اس خطرناک جھیل کی طرف دھکیل دیا۔ جو اسوقت خشک قطعہ نظر آ رہا تھا ✽ (بلاغ امرتسر ۲۸ اپریل)

رُوح و مادّہ حادث ہیں

روح مادہ کی قدامت پر بحث دو حصوں پر تقسیم ہونی چاہیئے۔ پہلا حصہ ان دلائل کے متعلق ہے جو آریہ قدامت پر پیش کرتے ہیں۔ دوسرا حصہ بحث کا اُن دلائل کا پیش کرنا جو ہم عدم قدامت پر پیش کرتے ہیں۔ آریوں کی چار دلیلیں اس پر ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ چونکہ اللہ ہمیشہ سے مالک ہے اس لئے ماننا پڑا کہ مملوک بھی ہمیشہ سے ہے کیونکہ مالکیت بغیر مملوک کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ روح مادہ قدیم ہیں کیونکہ خدا قدیم اور ازلی ہے اس لئے اسکی صفات بھی قدیم اور ازلی ہیں۔

جواب۔ بے شک خدا ہمیشہ سے ہے اور اسکی صفات بھی ہمیشہ سے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ مالکیت بغیر مملوک کے نہیں ہو سکتی۔ مگر انکا نتیجہ صحیح نہیں اسکی مثال اس طرح ہے کہ زید پچاس سال سے ہے اسکے گھر کھانا پڑا ہے اور اُس کا کھانا بھی پچاس سال سے ہے مگر یہ کھانا جو اسکے گھر میں ہے وہ پچاس سال سے نہیں اس سے پہلے اور کھانا تھا پھر اس سے پہلے اور۔ یہی مثال اللہ تعالیٰ کی ہے کہ اسکی ملکیت قدیم سے ہے مگر اس مملوک کا قدیم ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس مملوک سے پہلے اور مملوک تھی اور اس سے پہلے اور پھر اس سے پہلے اور۔ چونکہ خدا کی ابتداء نہیں اس لئے اسکی ملکیت قدیم سے ہے۔

جس طرح ہم خدا کو خالق مانتے ہیں آریہ اُس طرح خدا کو خالق نہیں مانتے۔ اسلیئے الزامی جواب اس پر یہ ہے کہ چونکہ آریہ خدا کو جوڑنے توڑنے والا قدیم سے مانتے ہیں اسلیئے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح مالکیت مملوک کا تقاضا کرتی ہے اسی طرح جوڑنے توڑنے اور رچنے کی صفت رچی ہوئی چیز کا تقاضا کرتی ہے پس جس طرح کوئی رچی ہوئی چیز قدیم نہیں حادث ہے مگر خدا کی صفت رچانے کی قدیم ہے اسی طرح خدا کی صفت مالکیت قدیم سے ہے مگر مملوک قدیم نہیں یہ مملوک حادث ہے اس سے پہلے اور مملوک تھی پھر اس سے پہلے اور یہ الزامی جواب ہے۔

دوسرا عام جواب یہ ہے کہ خدا کی صفت مالکیت ہمیشہ سے ہے مگر اس کا ظہور قدیم سے نہیں حادث ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لطیفہ:۔ عجیب بات ہے۔ کہ "چُست گواہ" جسے تمام صداقتوں کا خزانہ کہتے نہیں تھکتے وہ خود الہامی ہونے کی بھی دعویدار نہیں۔ کیا کوئی عیسائی موجودہ انجیل میں سے اسکے منجانب اللہ ہونے کا صرف دعوٰی ہی دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

صحف سابقہ اور قرآن مجید

اس چیلنج کے جواب میں سب سے پہلے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ چونکہ ہمارے نزدیک جملہ کتب آسمانی ایک ہی منبع سے نکلی ہیں۔ اس لئے ان میں قدر مشترک کا ہونا نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری ہے۔ انجیل کی "سب سے بڑی تعلیم" پچھلے صحف میں موجود ہے۔ اور یہی حال پہاڑی وعظ کا ہے۔ اب اگر اسی منہاج پہ انجیل کی یا صحف اولیٰ کی بعض ابدی صداقتیں قرآن پاک میں مذکور ہوگئیں تو اس سے کونسا حرج لازم آتا ہے؟ زیر بحث امر تو یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک نے اپنی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے بالمقابل سورۃ بنانے کی دعوت دی ہے۔ جس میں ویسے ہی حقائق و معارف، روحانی علوم و الٰہی اسرار ہوں۔ جو قرآن پاک کی سورۃ میں موجود ہیں۔ انجیل ایسا چیلنج پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے عیسائیوں اور دیگر منکرین اسلام کو چاہیئے۔ کہ اپنی کتب میں سے کوئی ایسی اعلیٰ تعلیم پیش کریں۔ جو با حسن وجوہ قرآن مجید میں نہ ہو۔ اور ہم بارہا لکھ چکے ہیں۔ کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ پس درحقیقت چیلنج ہمارا یا کہ قرآن مجید کا ہے جسے مقلوب صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید تو خود فرماتا ہے۔ اِنَّ ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ۔ الآیۃ فیھا کتب قیمۃ۔ الآیہ کہ یہ تعلیم وہی ہے جو صحف سابقہ میں بھی دی جا چکی ہے۔ اور اس کتاب میں تمام صداقتیں جمع کردی گئی ہیں یعنی اگر وید، تورات، زبور اور انجیل وغیرہ ایک ایک پھول ہیں تو یہ کتاب گلدستہ ہے۔ کیا یہ مقام حیرت نہیں کہ عیسائی مصنّف اپنے اس چیلنج میں درحقیقت قرآن مجید کی تصدیق ہی کر رہا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کتب سابقہ کا مکذب نہیں بلکہ ان کی قائم شدہ صداقتوں کا مصدّق ہے۔ ہاں اندریں صورت اگر یہ سوال ہو کہ پھر قرآن مجید کی کیا ضرورت تھی تو ایک عیسائی جو ضرورت انجیل کی پیش کرسکتا ہے حالانکہ تورات موجود تھی۔ ہم اس سے بڑھ کر قرآن پاک کی ضرورت بتلا دینگے۔ بے شک بعض صداقتیں اب تک ان کتابوں میں موجود ہیں۔ مگر انسانی دست بُرد سے بکلّی محفوظ نہیں رہ سکیں۔ کیا انجیل میں روزانہ کتر بیونت ہمارے سامنے نہیں ہوتی؟ ان حالات میں ایک جامع، انسانی دسترس سے محفوظ، قومی و نسلی امتیاز سے بالا، مکمّل اور عالمگیر کتاب کی ضرورت تھی۔ سو قرآن مجید نازل ہوگیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ الٰہی حفاظت کا وعدہ بجز قرآن پاک کے کسی کتاب کے شاملِ حال نہیں۔ کیا اہل انجیل ہمارے دعوٰی کی تردید کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید اور موجودہ اناجیل مندرجہ بالا نسبت کو بتا دینے کے بعد ہم چیلنج کے اصل جواب میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس بے شک اللہ ہمیشہ سے ہے اور اُسکی صفات بھی قدیم سے ہیں مگر انکا ظہور بعد میں ہُوا۔ تو صفات بالقوہ قدیم ہیں اور بالفعل حادث ہیں۔ صفت کا ہونا اور ہے اور اس کا کام اور ہے جیسا کہ آریہ بھی مانتے ہیں کہ ابتداءِ سرشٹی میں خدا چار رشیوں پر وید کا الہام نازل کرتا ہے پھر چار ارب ۳۲ کروڑ سال خدا کلام نہیں کرتا اس سے معلوم ہُوا کہ صفت کا ظہور قدیم سے ہونا ضروری نہیں مگر اس پر طاقت اور قدرت رکھنا ضروری ہے۔

تیسرا جواب۔ خدا کی صفات دو طرح کی ہیں۔ (۱) حقیقی (۲) اضافی۔ خدا کا حی و قیوم ہونا ازلی و ابدی ہونا۔ قدیم ہونا ایسی صفات ہیں جنکے لئے غیر اللہ کے وجود کی ضرورت نہیں۔ دوسری صفات اضافی ہیں ان کے لئے غیر اللہ کے وجود کی ضرورت ہے کہ جب غیر اللہ کا وجود ہوگا تب انکا ظہور ہوگا اگرچہ وہ قدیم سے ہیں پس مالکیّت کی صفت اضافی صفات میں سے ہے۔ تو مالکیّت کا ظہور اُسی وقت ہوگا جب غیر اللہ کا وجود ہوگا۔ یہ تین جواب ہیں۔

آریوں کی دوسری دلیل۔ کہ ہر چیز کی چار علتیں ہوتی ہیں یعنی علّت مادّی۔ علت صوری۔ علت فاعلی۔ علت غائی۔ آریہ کہتے ہیں کہ اگر روح مادہ مخلوق ہیں تو بتاؤ ان کی علت مادی کیا ہے کیونکہ کوئی چیز بغیر علت مادی کے نہیں بن سکتی۔ پس یا تو یہ مانو کہ روح مادہ بنے نہیں قدیم ہیں اگر بنے ہیں تو کس چیز سے بنے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ آریہ کیوں یہ پوچھتے ہیں اگر کہیں کہ مشاہدہ یہی ہے کہ کوئی چیز بغیر مادہ کے نہیں بنتی تو ہم کہتے ہیں کہ جس طرح کوئی چیز بغیر علّت مادی کے نہیں بنتی اسی طرح کوئی چیز بغیر آلات کے نہیں بنتی۔ بس کوئی چیز بغیر ہاتھوں کے نہیں بن سکتی یعنی علّت آلی کے بغیر کوئی چیز نہیں بنتی۔ لیکن آریہ خدا کا استثناء علّت آلی میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کو علّت آلی کی ضرورت نہیں اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جس طرح خدا کو علّت آلی کی ضرورت نہیں اسی طرح اُسے علّت مادی کی ضرورت نہیں پس یہ دونو باتیں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو ہیں۔

دوسرا جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قانون کہ کوئی چیز بغیر علّت مادّی کے نہیں بنتی یہ قانون مرکّب اشیاء کے لئے ہے یا مفرد اشیاء کے لئے؟ آریہ کہتے ہیں کہ یہ قانون مرکّب اشیاء کے لئے ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ روح مرکّب ہے یا مجرد آریہ بھی مانتے ہیں کہ روح مرکّب نہیں کیونکہ مرکّب چیز حادث ہوتی ہے۔ پس ہمارا جواب یہ ہُوا کہ یہ جو قانون پیش کیا جاتا ہے وہ مرکّب اشیاء کے لئے ہے مفرد اشیاء کے لئے نہیں اور روح مرکب نہیں مفرد ہے۔ مرکب کہتے ہیں اس چیز کو جو دو یا دو سے زیادہ سے بنے پس روح مادہ کے مخلوق نہ ہونے کے متعلق تم مرکّب اشیاء کا قانون پیش نہیں کر سکتے مرکّب کو مفرد پر قیاس کرنا صحیح نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ مرکب میں اجزاء ہوتے ہیں اور مفرد میں اجزاء نہیں ہوتے۔ پس روح مادہ چونکہ مفرد ہیں اسلئے یہ بغیر علّت مادی کے بنے ہیں ان کی کوئی علّت نہیں۔ آریہ کہتے ہیں کہ نیست سے ہست نہیں ہو سکتا پس نیست سے ہست کرنا خدا کی صفت نہیں اگر خدا میں یہ صفت ہوتی تو اس کا ظہور دنیا میں ضرور ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس صفت کا اب ظاہر ہونا ضرور نہیں پہلے ہو چکا۔ جس طرح پرلے میں خدا ذرات کو غیر محسوس حالت میں لے آتا ہے جب خدا کی یہ صفت ہے تو اب اس صفت کا ظہور کیوں نہیں ہوتا پس ثابت ہوا کہ نیست سے ہست کرنے کی صفت خدا میں ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ اس کا ظہور اب ہو۔ آریہ خود خدا کی بعض ایسی صفات مانتے ہیں جن کا ظہور اب نہیں ہو رہا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ خدا کی صفت نیست سے ہست کرنے کی اسکے اندر ہے اسکا ظہور ضروری نہیں ؎

وہ دلائل جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح مادہ قدیم نہیں حادث ہیں

(۱) دلیل۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تجھ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں کہ روح کیا ہے تو کہہ دے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلق پیدائش دو طرح کی ہے ایک ہست سے ہست کرنا۔ ایک امر سے ہست کرنا یعنی کوئی چیز نہ ہو اور پیدا کر دینا۔ تو روح محض عدم سے خدا کے امر سے اسکی منشاء سے بنی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ تم کو علم تھوڑا دیا گیا ہے اگر روح ہمیشہ سے ہوتی تو روح کو ساری باتوں کا علم ہونا چاہیئے تھا۔ پس روح خدا کے کہنے سے ہوئی ہے پس ما اوتیتم من العلم الا قلیلا کے مطابق روح کو تھوڑے واقعات کا علم ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ روح حادث ہے۔

آریوں کا جواب یہ ہے کہ اس جنم کے بہت سارے واقعات یاد نہیں رہتے تو یاد نہ رہنا معیار نہیں کہ وہ واقعات ہی نہیں ہوئے سارے واقعات ہوئے ہیں۔

(۲) قوّت حافظہ کے دو اصول ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ جو چیز یا جو واقعہ ہم ہر روز دیکھیں وہ نہیں بھولتے۔ دوسرا غیر معمولی حادثہ خواہ خوشی کا ہو خواہ غمی کا ہو جو جو اس پر اثر کرے وہ کبھی نہیں بھولتا۔

پس ہم کہتے ہیں کہ ہم پہلے جنم کے غیر معمولی واقعات کیوں بھول گئے۔ بھول جانا ثبوت ہے حدوث کا کیونکہ علم روح کی صفت ہے جسم کی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا پہلا جنم کوئی نہیں تھا۔

اس کا جواب آریہ یہ دیتے ہیں کہ وہ واقعات اُن جسموں میں ہوئے تھے جن میں جنم ہوا تھا جب ہم ہرن کے جنم میں تھے تو وہ حیوانی دماغ تھا۔ پس حیوانی دماغ اور انسانی دماغ میں فرق ہے۔ انسانی احساسات اور حیوانی احساسات میں فرق ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ درد کے احساس میں ہرن اور انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں کوئی فرق نہیں۔ لیکھرام نے ثبوت تناسخ میں لکھا ہے کہ یاد رکھنا دماغ یا دل کا کام نہیں بلکہ یاد رکھنا روح کا کام ہے اس لئے معلوم ہوا کہ روح حادث ہے اگر حادث نہ ہوتی تو ہمیں پچھلے جنم کے سارے واقعات معلوم ہوتے۔

دوسری دلیل روح کے حدوث کی یہ ہے کہ جناب دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں خدا کے سو نام لکھے ہیں جن میں ایک نام سرب شکتیمان بھی لکھا ہے قرآن مجید بھی اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کہتا ہے پس اس نام میں کوئی قید نہیں کہ فلاں چیز پر قادر ہے اور فلاں پر نہیں۔ قادر مطلق کے معنی ہیں جو سب کچھ کر سکتا ہے۔ آریہ کہتے ہیں یہ معنی قادر مطلق کے نہیں ورنہ بتاؤ کہ خدا مر سکتا ہے۔ خدا جاہل ہو سکتا ہے خدا اپنے جیسا خدا پیدا کر سکتا ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ خدا کی کوئی صفت دوسری صفت کو نہیں کاٹتی۔ یعنی دوسری صفت کے منافی نہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ خدا بیمار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا السّلام ہے اس لئے خدا کا بیمار ہونا صفت سلام کے خلاف ہے۔ اسی طرح اپنے جیسا خدا اسلئے نہیں بنا سکتا کہ اس کی صفت لیس کمثلہ شیء کے خلاف ہے۔ خدا کا نیست سے ہست کرنا کونسی صفت کے خلاف ہے جو نہیں کر سکتا۔ خدا بھول نہیں سکتا کیونکہ صفت خبیر و علیم کے خلاف ہے۔ خدا نہیں مر سکتا کیونکہ یہ حیّ و قیّوم کی صفت کے خلاف ہے۔ نیست سے ہست کرنا بڑی قدرت ہے اور سب اعلیٰ کام ہے اور ہست سے ہست کرنا ایسا اعلیٰ کام نہیں ادنیٰ کام ہے۔ وید اور قرآن دونو خدا کو سرب شکتیمان اور قادر مطلق کہتے ہیں۔ اور دونو اس بات میں متفق ہیں۔ لہٰذا قادر مطلق کی صفت مطلق ہے کوئی قید نہیں آریوں کا قید لگانا غلط ہے ؎

صدقہ جاریہ

تین چیزیں ہیں جو انسانی اعمال کو موت کے بعد بھی منقطع ہونے سے بچاتی ہیں:۔
صدقہ جاریہ۔ ایسا علم جس سے خلق خدا کو نفع پہنچے۔ صالح اولاد جو وفات کے بعد والدین کے لئے دعا کرے۔

ریزرو فنڈ (۲۵ لاکھ روپیہ کے مستقل سرمایہ کی تحریک) بہترین صدقہ جاریہ ہے جسکی آمد سے حفاظت و اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کا کام ایک سچے درد مند اسلام دل بہترین دماغ۔ اور امین ہاتھوں کی نگرانی و زیر ہدایات ہمیشہ ہمیش ہوتا رہیگا۔ حاجتمندو! جلدی کرو۔ حصّہ وافر لو۔ ابھی وقت ہے۔

(ناظر بیت المال قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوالات اور ان کے جوابات

سوال ۔ شب برات کیا ہے وغیرہ۔

جواب ۔ شب برات بے شک اچھی راتوں میں سے ایک رات ہے لیکن جو خاص طور پر اس میں نیک کام کا کرنا ہے۔ وہ کوئی سنّت طریق نہیں۔

سوال ۔ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں ؟

جواب ۔ خاتم النبیین دو لفظوں کا مرکب ہے۔ ایک خاتَم اور دوسرا النبیین۔ النبیین خود مرکب ہے چونکہ یہ نحوی بات ہے۔ اس لئے اس کا آپکے ساتھ تعلّق نہیں اس لئے مَیں اس کو مفرد ہی قرار دیتا ہوں۔ خاتَم کے معنی ہیں مُہر اور النبیین کے معنی ہیں تمام نبی پس خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ تمام نبیوں کی مُہر۔ عربی زبان کا یہ ایک محاورہ ہے۔ کہ جب کسی کے اندر تمام کمالات کو جمع سمجھا جائے۔ تو اُسکے متعلق یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اسکی مُہر ہے۔ چنانچہ خاتم الاولیاء۔ خاتم الفقہا اس قسم کے الفاظ اعلیٰ درجے کے فقیہوں۔ عالموں حکیموں کے متعلّق استعمال ہوتے چلے آئے ہیں اور اسکے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ جس فرقے کی طرف اضافت کر کے خاتم کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے وہ شخص جس کی نسبت یہ لفظ استعمال کیئے گئے ہیں اُس میں اُس فرقے کے تمام کمالات پائے جاتے ہیں پس خاتم النبیینؐ کے معنی یہ ہوئے۔ کہ تمام انبیاءؑ کے کمالات اس وجود کے اندر جمع ہیں۔ ہر نبی اپنے اپنے کمال کے لحاظ سے اسکی تصدیق کرتا ہے۔ مُہر ہر شخص کی طرف سے تصدیق کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ یعنی صاحبِ مُہر تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہ چیز جس پر میری مُہر ہے۔ یہ میری ہی ہے۔ پس جس وقت کسی شخص کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ خاتم النبیین ہے۔ تو اسکے یہ معنی ہیں۔ کہ جو صداقت بھی وہ دنیا میں پیش کرتا ہے ہر نبی اُسے تسلیم کرتا اور اپنی ہی قرار دیتا ہے۔ کوئی بات اُسکی ایسی نہیں جو پہلے نبیوں کی تعلیم کے خلاف ہو۔ یعنی اصولی تعلیم کے۔ ہر نبی نے جو صداقتیں پیش کی ہیں۔ انکو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اپنے اپنے حلقے میں ہر نبی اسکا مصدق اور مُوَیّد ہے۔ گویا وہ ایک شخص کی تعلیم کو دنیا کے سامنے نہیں لایا بلکہ دُنیا کی تمام صداقتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے پس خاتم النبیین کا مطلب یہ ہُوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مختص الزمان اور مختص القوم تعلیم لیکر نہیں آئے۔ بلکہ تمام انبیاءؑ جو دنیا میں گذرے ہیں (اور قرآن کریم کی رو سے کوئی قوم نہیں جس میں نبی نہ گذرا ہو) انکی اصولی تعلیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپکی تعلیم میں شامل ہے۔ اسلئے کوئی قوم نہیں جو آپکی تعلیم سے مستثنیٰ ہو۔ پس تمام قوموں کے لئے آپ کا ماننا واجب اور ضروری ہے۔ اور چونکہ کامل تعلیم آپکی ہی تعلیم ہے اس لئے تمام دنیا کے لوگوں کے لئے بھی آپ کا ماننا واجب ہے۔

عربی کے قواعد کے لحاظ سے خاتم النبیین میں جو اضافت ہے اسکو مدنظر رکھتے ہوئے اس ترکیب کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ (جو خاتم النبیین کے درمیان ترکیب ہے) کہ اس شخص کے ذریعہ نبیوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ تمام نبیوں کی سچائی محمد رسول اللہ صلعم کی تصدیق کے ساتھ وابستہ ہے۔ س صورت میں خاتم النبیین کے یہ معنی ہونگے کہ یہ وہ مُہر ہے جو تمام نبیوں پر لگی ہے۔ اور چونکہ مُہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ پس اسکے معنی یہ بنینگے کہ کسی نبی کی سچّائی ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی سچّائی کو ثابت نہ کریں۔ اسکی سچّائی کا اقرار نہ کریں۔ اور یہ معنی بھی بالکل صحیح ہیں۔

آئندہ کا ذکر جانے دو۔ گذشتہ انبیاءؑ کی صداقت بھی رسول کریم صلعم کی تصدیق کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ایسی مشتبہ صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کہ وہ تعلیم انکی نبوّت تو بڑی بات ہے اُن کی نیکی بھی ثابت نہیں کرتی۔ اب دنیا کے سامنے ان انبیاءؑ پر ایمان لانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ ہستی پر ایمان لائیں۔ اور چونکہ انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی نبی ہیں۔ اس لئے وہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوّت پر بھی ایمان لائیں اور یہ یقین کرلیں۔ کہ گو یا اُن کی کتابوں سے اُن کی ہستیاں قابل اعتراض ٹھیرتی ہیں لیکن چونکہ ایک ثابت شدہ راستباز انسان انکو راستباز قرار دیتا ہے۔ اس لئے اُن کی اصل زندگی پاکیزہ ہی ہوگی۔ جو عیب اُن کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں وہ بعد کے الحاق ہونگے۔

سوال۔ نبی کی تعریف کیا ہے؟

جواب۔ نبی کے معنی عربی زبان میں کثرت سے عظیم الشان خبریں دینے والے کے ہیں۔ چونکہ اصطلاح مذہب میں نبی سے مراد نبی اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے نبی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے عظیم الشان اخبار بیان کرے۔ اور اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک عملی طور پر اور ایک قولی طور پر۔ عملی طور پر اس طرح کہ اسکا وجود خدا تعالیٰ کی صفات کو جو انسانی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ ایسے طور پر اپنے وجود میں ظاہر کرے کہ اس کا وجود اس بات کا ثبوت ہو۔ کہ ایک ہستی موجود ہے۔ جو خالق ہے۔ مالک ہے۔ رازق ہے۔ حافظ ہے۔ ناصر ہے۔ ہادی ہے۔ اور باقی وہ تمام صفات جو خدا تعالیٰ کے لئے کُتب سماویہ میں بیان ہوئی ہیں اُس میں پائی جاتی ہیں۔ قولی اس طرح کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ ایسی تعلیموں کو جن کے ذریعے سے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ دنیا کے سامنے پیش کرے اور خدا کا ہدایت والا پیغام دنیا تک پہنچائے اور ایسی اخبار غیبیہ لوگوں تک ظاہر کرے جن کو سوائے خدا کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا ﴿

سوال - میاں بیوی میں سے ایک مرجائے تو کیا دوسرے کو اسے ہاتھ لگانا غسل دینا جائز نہیں؟

جواب - ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کسی ملک میں اس قسم کی رسم پائی جاتی ہے۔ آپکے سوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی رسم بنگال میں پائی جاتی ہے۔ یہ شریعت کے بالکل خلاف بات ہے۔ خاوند جو ہے وہ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ بیوی کو غسل دیوے۔ جنازہ اٹھائے اور دفن کرے۔ یہ بے علم ملّانوں نے محض اس بنیاد پر کہ اس کا مرنے کے بعد نکاح جاتا رہا۔ ایک مسئلہ گھڑ لیا ہے۔ حالانکہ شریعت اسلام سے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنت میں بھی میاں بیوی اکٹھے ہونگے۔ بہرحال اگر کوئی ان میں سے فوت ہو جائے۔ تو وہ میاں بیوی ہیں۔ اور میاں بیوی کے غسل دینے اور اسکو دفنانے کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ سوائے اسکے کہ اپنے دل کی کمزوری کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے ﴿

سوال - ایک عورت کا نکاح کئی مردوں سے یکے بعد دیگرے ہوا تو جنت میں کس کو ملیگی؟

جواب - جنت کے احوال اس دنیا کے احوال سے مختلف ہیں وہاں کا جسم اس جسم سے مختلف ہے، وہ روحانی جسم ہوگا اس لئے وہاں زن و شوہر کے تعلّقات اور رنگ کے ہونگے۔ اس جگہ کے تعلّقات کے لحاظ سے ایک بیوی خواہ پانچ مردوں سے تعلّق رکھے۔ وہاں کے تعلّقات اس دنیا کی طرح سفلی تعلّقات نہیں۔ اگر یہ جواب کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ تو پھر اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ بیوی اس شخص کے پاس رہیگی جو تقویٰ کے لحاظ سے زیادہ بڑا درجہ رکھیگا۔ کیونکہ بیوی کا حق ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس رہے۔ اور جب کسی کے دو حق ہوں تو جو اُن میں سے بہتر حق ہے وہ اُسکو ملنا چاہیئے ﴿

سوال - کیا آخرت میں ایک دوسرے کو لوگ پہچانینگے؟

جواب - اگلے جہان میں سب لوگ ایک دوسرے کو پہچانینگے۔ اور خصوصیت سے انکو ایک دوسرے کا علم دیا جائیگا۔ ہاں مومنوں کے قلوب کو اپنے دوزخی رشتہ داروں کے متعلق تکلیف دہ احساس سے پاک کردیا جائیگا ﴿

احباب ریویو کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کریں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دس ہزار کی اشاعت والے منشاء کو پورا کریں ﴿

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وحدۃ حق سُبحانہ

{یہ مضمون معارف مشحون یہ اصطلاحات فلسفہ قدیم صداقت اسلامیہ کی طرف رہنمون ہے میں امید کرتا ہوں کہ بنظر امعان مطالعہ کیا جائے گا + (ایڈیٹر)}

(نمبر اوّل)

اسلام اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ واحد فی الذّات ہے اور اس کی ذات میں اس کا کوئی قسیم و ندِ و ضد نہیں اور واحد فی الصفات ہے اور صفات میں اس کا کوئی شبیہ و مثیل نہیں اور واحد فی الافعال ہے اور افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اپنے ساتھ صدہا دلائل عقلیہ اور براہین سمعیہ رکھتا ہے۔

لفظ واحد ابو علی جو ایک علم اللسان کے ماہر ہیں وہ کہتے ہیں کہ لفظ واحد کلام عرب میں دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ اسم ہو - دوم یہ کہ وہ وصف ہو۔ پس واحد اسم عدد میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں واحد اثنان ثلاثہ - پس یہ واحد اسم ہے صفت نہیں جیسا کہ باقی اسماء عدد ہیں۔ اور صفت جو اسکے علاوہ ہو جیسے رجل واحد یا شیٔ واحدٌ اگر اسی واحد کو اللہ جل شانہ کے لئے کہیں تو واحد سے دو نو مراد لے سکتے ہیں جائز ہے کہ وہ صفت ہو جیسے کہ اور صفات ہیں جیسے عالم قادر۔ اور جائز ہے کہ وہ اسم ہو۔ لیکن اصطلاح میں واحد اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو منقسم نہ ہو۔ اس جہت سے کہ اسکو واحد کہا گیا ہے۔ مثلاً ہم انسان کو واحد کہتے ہیں اس جہت سے کہ وہ ایک انسان ہے، پس اس انسان واحد کا دو انسانوں کی طرف منقسم ہونا محال ہے ہاں وہ انسان اجزاء اور ابعاض کی طرف منقسم ہو سکتا ہے لیکن اس جہت سے کہ اسے واحد کہا گیا ہے منقسم نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ دوسری جہت سے منقسم ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کو واحد دو اعتبار سے مانتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کی ذات امور کثیرہ کے اجتماع سے مرکب نہیں۔ دوم یہ کہ اسکے واجب الوجود ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات میں بھی کہ وہ جمیع ممکنات (مخلوقات) کا مبدء الوجود ہے۔

اس دعویٰ کی دلیل کہ اسکی ذات اجتماع امور کثیرہ سے مرکب نہیں نعوذ باللہ اس ذات واحد کو اگر ہم مرکب فرض کرلیں تو پھر اسکی ذات کا تحقق مفتقر و محتاج ہوا اسکے ہر ایک جزء کے تحقق کی طرف اور ہر ایک اسکی جزء میں سے اسکا غیر ہو ــ پس ہر ایک مرکب مفتقر الیٰ غیر ہوا (اور وہ چیز جو اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غیر کی طرف مفتقر ہو وہ ممکن لذاتہ اور واجب لغیرہ ہوتی ہیں وہ مرکب اور مفتقر الیٰ غیرہ اور ممکن لذاتہ ہوئی۔ لیکن جو چیز اس طرح سے نہ ہو محال ہے کہ وہ مرکب ہو۔ پس ثابت ہُوا کہ حق سُبحانہٗ کی حقیقت حقیقۃ احدیہ فردیہ والی ہے جس میں کہ کسی طرح سے کثرۃ نہیں نہ کثرۃ مقداری جیسا کہ اجسام کے لئے ہوتی ہے اور نہ ہی کثرۃ معنوی جو نوع مرکب فصل و جنس کے لئے ہوتی یا تشخص مترکب ماہیتہ اور تشخص کے لئے ہوتی ہے۔ فتدبّر ۔

یہاں پر چند اشکال و اعتراضات ہیں جن کو توضیح مرام اور تفصیل مقام تقاضا کرتا ہے کہ ان کو جواب و سوال کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حقیقۃ حق سبحانہ تعالیٰ حقیقۃ فردیہ احدیہ ہے جس میں کہ کسی قسم کی کثرت نہیں نہ کثرت مقداری اور نہ کثرت معنوی۔ لیکن ہمارا ساتھ ہی یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا کی ذات موصوف بصفاتِ کاملہ ہے جیسے علم و قدرت و حیات و ارادت۔ اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ان صفات کا مفہوم بعینہٖ مفہوم ذات کا ہوگا یا نہیں یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مفہوم صفات اور مفہوم ذات ایک ہی ہو کیونکہ یہ کئی وجوہ سے باطل ہے (وجہ اوّل) تعقل ذات ممکن ہے کہ بغیر تعقل صفات کے حاصل ہو (یعنی ہو سکتا ہے کہ ہمیں صرف ذات الٰہی کا تعقل ہو اور اسکے سمجھ و تعقل کے لئے صفات کی ضرورت نہ ہو) اور اگر یہ نہیں تو اس میں تو کچھ شک ہی نہیں کہ ہم صفات کو علیحدہ علیحدہ سمجھ سکیں اور ہمارے لئے تعقل ہو پس صفات کا تعقل بغیر تعقل ذات ہو سکتا ہے۔ پس معلوم و متعقل متغایر ہوتا ہے غیر معلوم و متعقل کے تو ثابت ہُوا کہ صفات الٰہی ذات الٰہی پر امور زائدہ ہیں (وجہ دوم) اگر ان صفات کو نفس ذات ہی مان لیا جائے تو پھر جب کہیں کہ ذات قادر ہے اور ذات قادر نہیں تو بعینہٖ اسکے یہ معنی ہونگے کہ ذات ذات ہے اور ذات ذات نہیں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں معلوم ہوتا تو ثابت ہُوا کہ صفات الٰہیہ ذات الٰہیہ پر امور زائدہ ہیں۔ بوجہ تطویل کے انہیں دو وجہوں پر اقتصار اور اکتفاء کیا جاتا ہے پس جب ثابت ہُوا کہ صفات الٰہیہ ذات الٰہیہ پر امور زائدہ قائم بذات اللہ ہوئیں تو اس پر یہ سوال و اعتراض ہو سکتا ہے کہ تم نے ثابت کیا ہے کہ حقیقۃ حق سُبحانہ تعالیٰ حقیقۃ احدیہ و فردیہ والی ہے اس میں کسی قسم کی کثرت نہیں نہ کثرت مقداری اور نہ ہی کثرت معنوی تو صفات کو ذات پر امور زائدہ قرار دینے سے معلوم ہُوا کہ حقیقۃ حق سُبحانہ مرکب ہوا امور کثیرہ سے کیونکہ صفات کو زائد ماننے سے یہ معنی ہونگے کہ الاللہ عبارۃ عن مجموع الذات والصفات۔

جواب۔ بے شک ہم یہ مانتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ موصوف بصفات کاملہ ہے اور اس میں بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شک نہیں کہ مجموع تب ہی متحقق ہوسکتا ہے جب اس کی تمام اجزاء متحقق ہوں لیکن ذات باری تعالیٰ قائم بنفسہا اور واجبۃ لذاتہا ہے پھر وہ اپنے وجوب کے بعد (بعدیہ بالرتبہ) ان نعوت اور صفات کو مستلزم ہے نہ یہ کہ اسکی ذات کے تحقق کے لئے اسکی صفات کا تحقق ضروری تھا جیسا کہ مرکب کا تحقق اس کی اجزاء کے تحقق پر موقوف ہوتا ہے۔ بس ذات باری تعالیٰ بعد الوجوب ان صفات و نعوت کی مستلزم ہے اور یہ عند العقل ممتنع نہیں ہے۔ (ولہا بقیۃ)

اسلام اور بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک دن راقم۔ قصص ہند حصہ دوئم جو پرائمری مدارس پنجاب میں طلباء کو پڑھائی جاتی ہے اور اور شائد مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی تصنیف ہے۔ پڑھتا تھا۔ اور اتفاق یہ کہ بابا نانک صاحبؒ کا ذکر زیر نظر تھا۔ اس کتاب کے صفحات ص۱۹۶ تا ۱۹۸ میں مندرجہ ذیل واقعات کا ذکر ہے۔ جو قابل غور اور محققین عالم کے کار آمد ہے۔

(۱) بابا نانک صاحبؒ کے والد نے آپ کو علاقہ کپورتھلہ میں بھیجدیا۔ جہاں کہ بابا نانک صاحبؒ کے بہنوئی نواب دولت خاں لودھی افغان کی سرکار میں ملازم تھے۔ اور ان کے بہنوئی نے ان کو نواب مذکور کی سرکار میں مودھی کے عہدہ پر ملازم کرادیا۔ ملازمت کپورتھلہ کے دوران ایام کے واقعات میں سے دو واقعات مصنف کتاب مذکور یوں بیان کرتا ہے:۔

۱۔ "ایک دن بابا نانک صاحبؒ کو نواب اپنے ساتھ مسجد میں لے گئے۔ نواب تو نماز میں مصروف ہوئے۔ بابا نانک صاحبؒ الگ بیٹھے رہے۔ جب نواب نماز سے فارغ ہوا۔ تو پوچھا۔ کہ نانک! تم خدا کی نماز میں ہمارے ساتھ شریک نہ ہوئے۔ بابا نانک صاحبؒ نے کہا۔ کہ تمھارا دل تو قندھاری گھوڑوں کی خریداری کر رہا تھا۔ نماز کس کے ساتھ پڑھتا" صفحہ ۱۹۸۔ دو باتیں قابل غور ہیں۔ نواب دولت خاں مذکور کی سرکار میں علاوہ بابا نانک صاحبؒ کے بہنوئی کے اور کئی ہنود ملازم تھے مگر کسی کو نواب مذکور کبھی اس طرح مسجد میں نہیں لایا۔ اور نہ کسی کو اس طرح نماز کی تلقین کی۔ اگر بابا نانک صاحبؒ مسلمان نہیں تھے۔ تو ایک ہندو دھرم کے آدمی کو اس طرح مسجد میں لے جانا اور تلقین نماز کرنا کیا معنی رکھتا ہے ورنہ مخالف پر لازم ہے۔ کہ وہ ثابت کرے۔ کہ نواب مذکور نے دیگر اہل ہنود کے ساتھ بھی ایسا معاملہ کیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ب) بابا نانک صاحب کا جواب بھی ہمارے مدعا کا مؤید ہے۔ بابا نانکؒ یہ نہیں فرماتے۔ کہ میں ہندو دھرم ہوں۔ مجھ پر نماز فرض نہیں۔ بلکہ اپنی ولائیت کو کام فرما کر نواب کو حضوری قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کی تحریک فرماتے ہیں۔ جس طرح کہ ہمیشہ سے صوفیائے کرام اہل اسلام کو نصیحت فرماتے آئے ہیں

(۲) "ایک دن قاضی جی نے انہیں (بابا نانکؒ کو) بلا کر نماز کے لئے مجبور کیا" الخ جائے غور ہے۔ کہ اگر بابا نانک صاحبؒ ہندو یا سکھ تھے۔ تو قاضی کیونکر ایک ہندو یا سکھ کو نماز کے لئے مجبور کر سکتا تھا۔ کیا کبھی کسی نے سنا یا پڑھا کہ بابا نانک صاحبؒ کے بہنوئی کو بھی قاضی صاحب نے بلا کر اس طرح نماز کے لئے مجبور کیا ہو۔

اور پھر جب قاضی جو حضوری و یکجہتی قلب کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ اور جس کی اقتداء میں ایک باکرامت صوفی کو نماز ادا کرنا موزون نہ تھا۔ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بابا نانکؒ صاحب پر خفا ہوتا ہے۔ تو بابا نانک صاحبؒ نے جس طرح نواب صاحب کو نیک تلقین فرمائی تھی۔ اسی طرح قاضی صاحب کو نیک تلقین فرمائی۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں تو غیر مسلم ہوں مجھے نماز کے لئے کیوں مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ امور بابا نانک صاحبؒ کے مسلمان ہونے پر شاہد ناطق ہیں۔ ورنہ مخالفین پر واجب ہے۔ کہ وہ ثابت کریں۔ کہ تمام دیگر غیر مسلم ملازمین کے ساتھ نواب صاحب اور قاضی مذکور کا بھی شیوہ و برتاؤ تھا۔

(۳) "ان کی نعش پر آ کر جھگڑا ہوا۔ یعنی مسلمان کہتے تھے۔ کہ ہم بموجب مذہب اسلام کے تجہیز و تکفین کرینگے اور نماز جنازہ پڑھکر دفن کرینگے۔ الخ

کبھی کسی ہندو یا غیر مسلم شخص کی موت کے بعد ایسا نہیں ہوا۔ کہ اہل اسلام نے کہا ہو۔ کہ یہ مسلم تھا۔ ہم اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے۔ اگر بابا نانکؒ غیر مسلم تھے۔ تو کیوں ہندوؤں نے آدھی چادر پر صبر کیا۔ اور مسلمان قوم کس طرح غیر مسلم کا جنازہ پڑھ سکتے تھے۔ یہ ہر سہ امور صاف ثابت کرتے ہیں۔ کہ بابا نانکؒ مسلمان تھے۔ اور یہ حالات ایک ایسی کتاب میں درج ہیں۔ جو کمسن مبتدی بچے پڑھتے ہیں۔ اور کہ یہ کتاب جماعت احمدیہ کی تاریخ سے یقیناً بہت پہلے کی شائع شدہ ہے۔ غور کرنے والے کیلئے ہر بات میں نکتہ صدق موجود لیکن مستور ہے۔

تشحیذ الاذہان کے مکمل فائل ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۰ء — بیس روپے

معارف القرآن (۱۱ پارے کے نوٹ از درس حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ) ۸/

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن مجید اور اناجیل کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں مگر یاد رہے کہ ان اناجیل سے مراد وہ کتابیں ہیں جو عیسائیوں کے نزدیک نیا عہد نامہ اور ہمارے نزدیک یسوع اور اسکے حواریوں کی نامکمل تاریخ ہے۔ وہ انجیل جو حضرت مسیح کو دی گئی وہ اب عیسائیوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ متی، لوقا وغیرہ کی اناجیل ہیں۔ اور وہی اسوقت زیر بحث ہیں۔ عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور اسلامی عقیدہ میں بعد المشرقین ہے ابن اور روح القدس کی الوہیت کا خیال بقول نصارے اناجیل سے مستنبط ہے۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے اعتقادی پہلو ہیں جن میں قرآنی بیان انجیلی خیال سے مختلف ہے لیکن ہم اختصار کی خاطر ذیل میں ان کے علاوہ اور چند اصولی اختلاف درج کرتے ہیں:۔

(۱)

غذائیں اور انکے اثرات

جدید تحقیقات سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا ہے۔ کہ غذا کا انسان کے اخلاق اور اسکی عادات پر اثر پڑتا ہے۔ دماغی اور روحانی اثرات کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر غذاؤں کے متعلق ہر دو کتب کے بیان حسب ذیل ہیں:۔

انجیلی بیان	قرآن مجید کا ارشاد
"وہ چیز جو منہ میں جاتی ہے آدمی کو ناپاک نہیں کرتی۔ بلکہ وہ جو منہ سے نکلتی ہے سو ہی آدمی کو ناپاک کرتی ہے" (متی ۱۵/۱۱)	کلوا من الطیّبات واعملوا صالحًا (مومنون ع) پاک اور مناسب طبیعت غذا کھاؤ اور نیک کام کرو۔" پھر خود ہی دماغی، بدنی، اخلاقی اور روحانی طور پر مضر اشیاء کو حرام کر دیا دیکھو حرم علیکم المیتۃ الآیہ

انجیل کے اس ایک فقرہ نے عیسائیت میں اباحت کا دروازہ کھول دیا۔ اور حلال و حرام، پاک و ناپاک کی تمیز اٹھا دی گئی۔ مگر اب مہذّب ممالک اسلامی تعلیم کی طرف آ رہے ہیں چنانچہ امریکہ میں شراب کی خرید و فروخت منع ہو چکی ہے۔ بلکہ ابھی اخبارات میں شائع ہوا۔ کہ اہل امریکہ نے ان بسکٹوں کے داخلہ کی بھی اجازت نہیں دی جن میں شراب کی آمیزش تھی۔

(۲)

سزا اور اصلاح

کون نہیں جانتا کہ انسانی طبائع متفاوت ہیں۔ بعض مجرم سختی سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور بعض کیلئے معافی اور نرمی سخت ترین تازیانہ ہوتا ہے۔ غرض نرمی و سختی اپنے اپنے موقع پر مناسب اور موجب اصلاح ہوتی ہیں۔ اس بات میں قرآن مجید اور انجیل کی ہدایات مندرجہ ذیل ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

امداد باہمی انسان جب بوڑھا ہوتا ہے تو اسکے قویٰ میں ضعف آجاتا ہے۔ جسکی وجہ سے اسمیں وہ ہمّت نہیں رہتی جو جوانی میں پائی جاتی ہے۔ لیکن مومن جسے مَنِ اسْتَوَاہ یوماہ فَھُوَ مَغْبُوْن کا سبق دیا جاتا ہے اس کا حال اور ہوتا ہے۔ نمونہ کے لئے میرے کرم فرماء جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ہیں۔ جو بلاد اسلامیہ اور یورپ کی دو سالہ سیاحت کے بعد قادیان آئے ہیں اور اپنے لئے کام کا ایک نیا میدان تلاش کیا ہے۔ آپکی زندگی مذہبی خیالات کی اشاعت میں گذری ہے اسلئے کسی ایسے موضوع پر ایک رسالہ کا اجراء تعجّب کی بات معلوم ہوتی ہے جو کواپریٹو سوسائیٹز کے متعلّق ہو۔ لیکن پہلا رسالہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماشاء اللہ حضرت عرفانی ہر فن مولا ہیں اور اس خصوص میں بھی اگسپرٹ کہے جا سکتے ہیں۔

مَیں امید کرتا ہوں کہ تمام ہندوستان میں اس رسالہ کا خیر مقدم کیا جائیگا۔ اور اسکی مالی امداد اس حد تک فراخدلی سے کیجائیگی جس سے شیخ صاحب فارغ البال اور مستقیم الاحوال ہو کر یہ خدمت قوم بجا لاسکیں یہ رسالہ ماہوار قادیان سے شائع ہوگا۔ اور زرعی اقتصادی اعداد و شمار ہدایات و اصلاحات کا حامل ہوگا۔ سالانہ اسکی قیمت چھ روپے مع محصول ڈاک ہے ؂

احکام الصیام کے عنوان کے ماتحت "در نجف" سیالکوٹ میں لکھا ہے۔ کہ دس چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے ازانجملہ "شعر پڑھنا خواہ وہ حضرات معصومین کی مدح ہی کیوں نہ ہو"!

اوّل تو "درِ نجف" کے اسی صفحہ میں دو رباعیاں درج ہیں۔ اگلے صفحہ میں ایک مخمس ملکوتی ہے۔ اس سے آگے پورے صفحہ پر ایک قصیدہ درج ہے۔ اسکے بعد ہمارے کرم فرماء سیّد عنایت علی شاہ صاحب نقوی خاص کیف میں آگئے ہیں (غالباً اسلئے کہ ماہ رمضان تھا) اور خوب مزے مزے کے شعر لکھے ہیں۔ فرماتے ہیں "درتم" یہ ایک "وہابی" کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

(۱) داغ تو دل میں مرے تیرے لڑکپن ہی سے تھے ؂ اور اُبھرے ترے جوبن کے اُبھر آنے سے
(۲) پی کے مے ان واعظوں سے عذر خواہی کیا کروں ؂ بُوئے مے ہونٹوں سے آتی ہے الٰہی کیا کروں
(۳) ایک گھر کی ہیں گریں وہ تو زمیں پر تڑپے ؂ یار کی۔ یار کی تلوار کی ایسی تیسی
(۴) اے بادہ کشو شیخ کی دستار نہ تا کو ؂ آیا ہے تو بس جھونکدو بھٹی میں چچا کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجیلی ہدایت

"میں تمھیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے اور اگر کوئی چاہے کہ تجھ پر نالش کرے اور تیری قبا لیلے کرتہ بھی اسے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لیجائے اسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔" (متی ۵ ۳۹-۴۱)

قرآنی ہدایت

(۱) وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی اللہ (شوریٰ ع ۴) بدی کی سزا بدی کے مطابق ہے۔ لیکن جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا خاص اجر ہے (۲) ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم (حٰم السجدہ ع ۵) دشمن کا مقابلہ بہترین طریق اور خوش معاملگی سے کرو۔ اس طرح دشمن بھی دوست ہو جائیگا۔

دونو تعلیمیں واضح ہیں۔ انجیلی ہدایت اگرچہ بظاہر خوشنما ہے مگر قابلِ عمل اور موجبِ اصلاح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک کوئی عیسائی فرد یا قوم اس پر عمل نہیں کر سکی۔ اور نہ ہی کر سکتی ہے۔ مگر قرآن مجید نے جو قانون مقرر فرمایا ہے۔ وہ عالمگیر اور مکمّل بھی ہے، قابلِ عمل اور موجبِ اصلاح بھی۔ اب بھی اگر انجیلی تعلیم کی برتری کا ہی راگ گایا جائے تو اس کا کیا علاج؟

(۳)

مذاہب عالم اور امن عامہ

بے شک یسوع مسیح نے کہا تھا "یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں" (متی ۱۰/۳۴) مگر اسوقت ہمارے مدِنظر یہ "تلوار چلوانا" نہیں۔ بلکہ جیسا کہ موجودہ وقت میں مذہب کو نفرت اور جنگ کا معلّم اور موجب قرار دیا جاتا ہے اس پر بحث کرنا ہے۔ جسکے لئے اسلام اور عیسائیت کے پیشکردہ نظریہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ عیسائیت بجز خاندانِ اسرائیل کے خدا کے روحانی فیضان سے تمام دنیا کو محروم قرار دیتی ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ سناتن دھرم، بدھ ازم، زرتشت اور ہنڈو ازم وغیرہ کے جملہ ریفارمروں کو نعوذ باللہ مفتری اور کذّاب ماننا پڑیگا۔ اور اندریں صورت جو حالات اور واقعات پیش آئینگے وہ ظاہر ہی ہیں۔ یعنی اس سے کبھی امن عامہ اور صلح عمومی قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے جسمانی ربوبیت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیّت کو بھی تمام انسانوں کے لئے مساوی قرار دیا ہے۔ اور یہی وہ واحد طریق ہے۔ جس سے مختلف ممالک، قومیں اور مذاہب متحد ہو کر با امن زندگی گذار سکتے ہیں۔ بہرحال اس باب میں انجیل اور قرآن مجید نے یوں رہنمائی فرمائی ہے:-

انجیلی رہنمائی

"وہ اسرائیلی ہیں اور فرزندی اور جلال

قرآنی ہدایت

وان من امة الا خلا فیها نذیر (فاطر ع ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور وثیقے اور شریعت اور عبادت اور وعدے انہیں کے ہیں اور باپ دادے انکے ہیں۔ اور جسم کی نسبت مسیح انہیں میں سے ہوا۔" (رومیوں ۹/۴-۵)

دنیا کی ہر اُمّت میں نبی آئے ہیں۔

ولقد بعثنا فی کل اُمّةٍ رسولاً ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت۔ ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجے تا سب لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور بتوں سے علیحدہ رہیں۔ (النحل ع۵)

ہمیں یہ مسلّم ہے کہ حامیانِ وید نے محض اپنے ہی چار رشی اور ہمیشہ کے لئے اپنے ملک آریہ ورت کو ہی خدا کے وعدوں کا قرار گاہ بتلا کر دنیا میں نفاق، اور افتراق کا بیج بویا اور نہایت تنگدلی کا مظاہرہ کیا۔ مگر عیسائیت نے بھی اس نفرت کی خلیج کو بند نہیں کیا بلکہ قدرے وسیع ہی کیا ہے۔ صرف اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے اگر ایک طرف بتوں تک کو گالیاں دینے سے منع کر کے امن اور صلح کا پرچار کیا تو دوسری طرف جملہ ہادیانِ مذاہب کو راستباز، منجانب اللہ اور مقدس انسان بتلا کر مذاہب کی کشمکش کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ایک عیسائی لکھتا ہے:۔

"اہلِ اسلام بے شک ہمارے مذہب کا اور خداوند یسوع مسیح کا احترام کرتے ہیں اس لئے کہ قرآن شریف سب نبیوں کا احترام کرتا ہے۔ کسی ایک کو بُرا نہیں کہتا۔" (نور افشاں ۲۴ جون ۱۹۲۷ء)

غرض اس پہلو سے بھی عیسائیت کی تعلیم نہایت ناقص ہے۔

(۴)

معیار نجات اور گناہ

انسان حصول نجات اور گناہوں سے بچنے کے لئے بہت بے تاب ہے۔ مگر بایں ہمہ اس سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ ان گناہوں کی سزا سے بچنے کے لئے عیسائیت اور اسلام نے دو مختلف طریق بتلائے ہیں۔

انجیلی طریق

(۱) "اس (یسوع) نے آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن میں لکڑی پر اُٹھا لیا تاکہ ہم گناہوں کی نسبت مر کے راستبازی میں جئیں" (۱-پطرس ۲/۲۴)

(۲) "اگر بعد اسکے کہ ہم نے سچائی کی پہچان حاصل کی ہے جان بوجھ کے گناہ کیا کریں تو پھر گناہوں کے لئے کوئی قربانی نہیں۔" (عبرانیوں ۱۰/۲۶)

قرآنی طریق

(۱) لا تزر وازرة وزر اخریٰ۔ کوئی جان کسی دوسرے کے گناہوں کو اٹھا نہیں سکتی بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی توبہ اور اپنی خواہشات کی قربانی کرنی چاہیئے۔ (فاطر ع۳)

(۲) لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعا۔ خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو وہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے بشرطیکہ تم سچی توبہ کرو۔ (الزمر ع۶)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انجیلی طریق کا ایک پہلو اگر ظلم و بیداد کی برہنہ تصویر ہے تو دوسرا مایوس کن اور خلاف فطرت۔ اسلام نے انسان کے گناہوں کا کفارہ کسی "موٹے چیلے" کو قرار نہیں دیا بلکہ خود گنہگار کی قربی کو ہی اس کی قربانی اور فدیہ بتلایا ہے اور پھر کسی بھی گناہ سے انسان کو مایوس اور نا امید نہیں کیا۔ کیونکہ نا امیدی ہی گناہوں کی کثرت پر بیباکی پیدا کرتی ہے۔ اس امتیازی طریق کے علاوہ اسلام نے نجات کیلئے جو شرط قرار دی ہے وہ یہ ہے۔ فرمایا:۔ فمن ثقلت موازینہٗ فاولٰٓئک ھم المفلحون (مومنون ع) کہ جسکی نیکیاں زیادہ ہونگی وہ پاس اور نجات یافتہ ہوگا۔ گویا اگر بدیوں کا پلڑا ہلکا ہو۔ تو انسان نجات پا جائیگا۔ غور کرنا چاہیئے کہ اس پاکیزہ تھیوری سے کسقدر امید بڑھ کر نیکیوں کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور امید ہی عمل کی محرک ہوتی ہے ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اصلاح نفس کا یہ زبردست پہلو صرف اسلام نے ہی پیش کیا ہے۔ کیا کوئی عیسائی یا آریہ ہمارے اس دعویٰ کی تردید کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ بجز اسلام کے کونسا مذہب ہے جس نے کہا ہو "وسعت رحمتی کل شیٔ" کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔ اسکی رحمت کا دامن انسان کے گناہوں پر محیط ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو انکشاف قرآن مجید نے کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی اناجیل میں موجود نہیں۔ ایک ناقص لفظ "باپ" سے اسکی محبت کو بتایا گیا ہے جس سے صرف اس زمانہ کی مخلوق کو سمجھانا مطلوب تھا۔ ورنہ حقیقت کے لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ہتک ہے۔ اس کا تعلق اور دائرہ تعلق لامحدود ہے۔ کیا اسکی رحمت کے بحر بے پایاں کو ایک کوزے کی مانند بتلانا اسکی ہتک نہیں؟ ضرور ہے۔ غرض اس باب میں بھی انجیلی قیاسات کو قرآنی علم الیقین سے کوئی نسبت نہیں۔

(۵)

طلاق اور اس کے اسباب

جو رشتے قدرت خود جوڑے انسان انکو حقیقی طور پر توڑ نہیں سکتا۔ لیکن جو تعلقات یہ خود اپنے انتخاب کے ماتحت پیدا کرتا ہے۔ ان میں چونکہ غلطی کا احتمال ہے۔ اس لئے انکے توڑنے کا بھی انسان کو عقلاً اختیار ہونا چاہیئے۔ اسی فلسفہ کے ماتحت طلاق کا جواز ہے۔ جو اشد مجبوریوں کی صورت میں اسلام نے جائز قرار دیا ہے جب وعظ و نصیحت، محبت و پیار، اقارب کی رہنمائی اور دباؤ، زجر و توبیخ سب ناکارہ ثابت ہوں اور باہمی اتفاق کا کوئی رشتہ باقی نہ رہے۔ تو پھر میاں بیوی ہر دو کے دو وکیل معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ اگر اس طور سے بھی کامیابی نہ ہو۔ تو پھر اسلام مجبوراً علیحدگی کی اجازت دیتا ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ کوئی دانشمند اس پُر حکمت حکم اور عند الضرورت احتیاج کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قریباً قریباً تمام مذاہب میں اس کا جواز (و اقوام عالم میں بلحاظ عمل) پایا جاتا ہے۔ مگر اسکے اسباب میں انجیل اور قرآن مجید میں اختلاف ہے:۔

انجیلی سبب	قرآن مجید کا بیان کردہ سبب
"میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو	واللّٰتی تخافون نشوزھن الآیۃ (نساء ع) جن عورتوں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے اس سے زنا کرواتا ہے اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے۔" (متی ۵ / ۳۲)	تمھاری انتہائی ناموافقت ہو جائے اور تمھیں ان کی سرکشی کا خطرہ ہو ان کی اصلاح کے لئے مندرجہ بالا طریقے اختیار کرو۔ اگر ناکامی ہو اور کوئی صورت نہ بنے تو طلاق دے سکتے ہو۔ مگر احسان سے علیحدگی ہونی چاہیئے۔

انجیلی سبب یہودیوں کی طلاق کی کثرت کے متعلق غلط روش کا علاج ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اسے ایک جامع قانون سمجھنا خطرناک غلطی ہے۔ کیونکہ بیسیوں ایسی صورتیں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ جن کا کوئی علاج انجیل نے نہیں بتایا مثلاً میاں بیوی میں ایسی عداوت ہو جائے کہ عورت مرد کی جان کی دشمن ہو جائے۔ زہر خورانی کے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں یا اسقدر نافرمان اور گستاخ ہو کہ خاوند کی زندگی تلخ ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ ان صورتوں کا انجیلی بیان میں کوئی علاج نہیں۔ بلکہ ان صورتوں میں چھوڑنے پر اسے زنا کروانے والا قرار دیا گیا ہے۔ پھر قرآن مجید نے مرد کے اس اختیار کے بالمقابل عورت کو خلع کا حق دیکر مساوات کو قائم رکھا ہے مگر انجیل اسکے متعلق بھی خاموش ہے۔ پس انجیلی بیان سراسر ناقص اور محض وقتی قانون ہے۔

(۶)

قرآن مجید نے تین نئے انکشاف دنیا کے سامنے پیش کیئے۔ جو اس سے پیشتر دنیا کی کسی مذہبی الہامی کتاب میں مندرج نہیں (۱) دنیا کی کوئی چیز نفع سے خالی نہیں۔ فرمایا الحمد للّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض وجعل الظلمات والنور الآیہ (انعام ع ۱) کہ روشنی اور تاریکی۔ دن اور رات، سیاہ اور سفید غرض دنیا کی ہر شئے کبیری تعریف کا باعث ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں فوائد مضمر ہیں۔ یہی وہ کلیہ تھا۔ جس نے انسانوں کو خواصِ اشیاء کے دریافت کرنے کی طرف توجہ دلائی اور ہوتے ہوتے سائینس وغیرہ علوم مروجہ ایجاد کیئے گئے۔

(۲) فرمایا۔ ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (ذاریات ع ۳) کہ ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ تاکہ تمھیں معلوم ہو۔ کہ جب ہر چیز اپنے وجود کے قیام یا بقاء کے لئے دوسرے کی محتاج ہے تو یہ خود بخود نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان سب کا ایک خالق ہوگا۔ اس آیت نے ایک طرف کائنات عالم سے توحید کو ثابت کیا ہے اور دوسری طرف طبعیات میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔

(۳) قرآنِ پاک نے آیت "شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدًی للناس وبیّنٰتٍ من الھدٰی والفرقان" میں بیان کیا ہے۔ کہ میں ہر ایک دعوٰی کی خود دلیل دیتا ہوں۔ کوئی دعوٰی نہیں جسکی دلیل خود میرے اندر موجود نہ ہو۔ دنیا کی کسی الہامی کتاب کو نہ یہ دعوٰی ہے۔ اور نہ ہی اس میں دلائل موجود ہیں۔ بالخصوص اناجیل تو اس خوبی سے بالکل عاری ہیں کیا کوئی عیسائی ہرسہ یا تین "اناجیل مقدسہ" سے دکھلا سکتا ہے؟ دیدہ باید۔ پھر محرمات نکاح، لین دین کے اصول، دشمنوں اور دوستوں سے سلوک، عزیز و اقارب کے حقوق وغیرہ پر جس شرح وبسط سے قرآن پاک نے بحث کی ہے۔ وہ اناجیل میں کہاں؟-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۷)

دُوراندیشی اور انجیل

کل کی فکر اور اسکے لئے انتظام انسانی سرشت میں داخل ہے۔ انسانی مدنیت اس دُوراندیشی کو ضروری قرار دیتی ہے۔ حکومتوں کے نظام اور قوموں کے ارتقائی پروگرام کے لئے صدیوں کا فکر کیا جاتا ہے۔ اور کیا جانا ضروری ہے۔ ہر دو کتب اس باب میں یوں ہدایت کرتی ہیں:۔

انجیلی حکم

"کل کے لئے فکر مت کرو کیونکہ کل اپنی چیزوں کی آپ ہی فکر کر لیگا۔"
(متی ۶/۳۴)

قرآنی ارشاد

ولتنظر نفس ما قدمت لغدٍ ہر انسان کو غور کرنا چاہیئے کہ اس نے کل کے لئے کیا کیا ہے۔
(الحشر ع ۳)

کل کا فکر دینی اور دنیاوی امور کی سر انجام دہی کے لئے ضروری ہے مگر انجیل اس سے منع کرتی ہے ظاہر ہے کہ یہ توکل کی تعلیم نہیں۔ کیونکہ توکل فکر نہ کرنے کا نام نہیں۔ بلکہ پوری کوشش اور پورے فکر کے باوجود کامیابی کو مشیت ایزدی پر موقوف سمجھنا توکل کہلاتا ہے۔ ع۔ بر توکل زانوئے اشتر بہ بند۔

(۸)

انجیلی اور قرآنی دُعا

کسی مذہب یا اہل مذہب کے زاویۂ نگاہ کو جاننے کے لئے وہ دعا بہترین ذریعہ ہے۔ جو اسکے روزانہ معمولات میں شامل کر دی گئی ہے۔ انجیل اور قرآن مجید نے اپنے متبعین کو ایک ایک نہایت اہم دعا سکھلائی ہے۔ جو مندرجہ بالا مقصد کو سمجھنے کے لئے درج ذیل ہے:۔

انجیلی دُعا

"اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرا نام مقدس ہو۔ تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر بھی ہووے ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے اور ہمارے قرض معاف کر جیسے ہم بھی اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں مت ڈال بلکہ برائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت

قرآنی دُعا

"سب حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب، بے انتہا کرم کرنیوالا، بار بار رحم کرنیوالا اور جزا کی گھڑی کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی اعانت کے طلبگار ہیں۔ تو ہمیں صراط مستقیم کی رہنمائی فرما اور اس پر چلنے کی توفیق بخش کر ہمیں منزل مقصود پر پہنچا۔ جس پر چلنے والے تیرے انعامات کے وارث ہوئے ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنا جو تیرے غضب کا مورد اور راہِ حق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور پھر یہ روزے کو مکروہ کرنے والے ہیں یا نہیں۔ یا شائد در نجف ناظرین کے پاس پڑھنے کے لئے نہ بھیجا جاتا ہوگا ÷

کچھ دن ہوئے ان کالموں میں سندھ کے ایک شہر کا واقعہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ کس طرح ایک مسلم کنواری لڑکی کی شادی قرآن شریف کی ایک جلد کے ساتھ ہوئی۔ اس سلسلہ میں "پرتاپ" کے ایک معز زنامہ نگار کراچی سے لکھتے ہیں:-

"ایک رواج سندھ ہی کے ہندوؤں کے ایک طبقہ میں پایا جاتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ جب لڑکی جوان ہوتی ہے۔ تو والدین اس کی شادی مٹی سے بنے ہوئے گھڑے سے کر دیتے ہیں باقاعدہ رسوم ادا ہوتی ہیں برات آتی ہے اور پنڈت دکھشنا لیتے ہیں۔ دو ہفتہ کے بعد گھڑے کو توڑ دیا جاتا ہے اور لڑکی بیچاری زبردستی کی "بدھوا" بنا دی جاتی ہے۔"

ان قباحتوں کی موجودگی میں ہندو کس منہ سے اس مسلمان کا مذاق اڑا سکتے ہیں جس نے اپنی لڑکی کی شادی قرآن شریف سے کر دی۔ ع اوروں کی کیا پڑی تجھے اپنی نبیڑ تو ÷ (پرتاب ۱۶ مارچ ۱۹۲۸ء)

شکر ہے پرتاب نے بھی کم از کم ایک معاملہ میں انصاف کا خیال کیا۔ (ایڈیٹر)

مجلس مشاورت احمدیہ کا سالانہ اجلاس ۶-۷-۸ اپریل کو ہوگا ÷

---

۲۰ جون کو رسول کریم صلعم کی پاکیزہ زندگی اور حضورؐ کے احسانات اور قربانیوں پر تمام ہندوستان میں احمدی جماعت کے انتظام سے لیکچر ہونگے ÷

بہروں کی شنوائی کا سامان

بہت لوگ بالخصوص وہ جو بہرے ہیں یا جن کے دماغوں میں غوغہ مخصوص ہوتا ہے۔ یا ناک میں آواز آنیکی بیماری ہے۔ یہ معلوم کر کے بہت خوش ہونگے کہ حال ہی میں ایک چھوٹا سا نہایت مفید آلہ ان بیماریوں کے مستقل علاج کے لئے دریافت ہوا ہے۔ جسے ٹنی ٹس کہتے ہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ اسوقت تک سینکڑوں ان بیماریوں کے شدید اور لاعلاج بیمار شفا پا چکے ہیں۔ اگر کوئی ان بیماریوں کا مبتلا مزید معلومات اس آلہ کے متعلق حاصل کرنا چاہے تو سکرٹری سے خط و کتابت کرے۔ جو خوشی سے انکو مکمل معلومات بمع شہادتوں اور اخبارات کے نوٹسوں کے بہم پہنچائیگا۔ پھر قیمتی وقت بچانے کے لئے یہ آلہ بمع ضروری سامان دادو یات کے ۹ روپیہ کا منی آڈر آنے پر ہر پتہ پر بھیجا جا سکتا ہے۔ فرمائش کے وقت اس اخبار کا حوالہ ضرور دیں ÷ پتہ:-

Larmalene Co. Deal Kent, (England)

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوشبو کا خزانہ

کیش راج تیل

مسرور دل ہے اور معطّر دماغ ہے
خوشبو سے کیشراج کے دل باغ باغ ہے

یوں تو آجکل بازار میں بہت سے خوشبودار روغن فروخت ہو رہے ہیں جنکی ظاہری خوشبو پر لوگ فریفتہ ہو جاتے ہیں لیکن باطنی نقصانات پر غور نہیں کرتے کہ وہ کن کن مضر رسان اشیاء سے تیار کیئے جاتے ہیں معلوم رہے کہ بازاری تیل عموماً بالوں کو سفید کر دیتے ہیں بال اکھڑنے لگ جاتے ہیں اور رہی سہی دماغی قوّت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ مذکورہ بالا تیلوں کی بابت عام طور سے جو شکایات سننے میں آتی ہیں انکو عوام کے دلوں سے دور کرنیکے لئے تمام خوبیوں سے بھرا ہوا یہ **کیشراج تیل** ایجاد کیا گیا ہے۔ اسکے استعمال سے بال سیاہ۔ چمکدار اور ملائم ہو جاتے ہیں یہ بالوں کی جڑوں کو مضبوط کرتا اور روز بروز بڑھاتا ہے۔ اگر دنیوی کاروبار سے سر میں درد رہتا ہے اور کام کرنے میں رغبت نہیں ہوتی تو اسی کو لگایئے۔ لگاتے ہی دماغ میں طراوت آجائیگی اور سر کا بھاری پن دور ہو جائیگا۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ اپنی خوشبو میں بھی یہ روغن ثانی نہیں رکھتا۔ قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک ۸/ تین شیشی عہ محصولڈاک ۱۲/

جسمانی طاقت زائل ہوجانیکے بعد
کولا ٹانک
کو استعمال کیجئے

کیونکہ یہ طاقت بخشنے والی دوا ہے اگر آپ اپنی جسمانی طاقت کو کھو چکے ہیں اور اس وجہ سے پژمردہ دل رہتے ہیں تو ہم آپکو یہ خوشنودی سناتے ہیں کہ اب آپکو متفکر رہنے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ آپکے ملک میں ہی ایسی دوا موجود ہے جس سے زائل شدہ طاقت از سر نو پیدا ہو جاتی ہے۔ بڑھاپے میں جوانی کا لطف دیتی ہے جسم کی لاغری کمزوری۔ سستی وغیرہ کو دشمن کی طرح نیست و نابود کر کے جسم پر اپنا سکہ جما دیتی ہے اور اپنے اثر سے جسم میں تازہ خون پیدا کر کے اسکو مضبوط و طاقتور بنا دیتی ہے۔ جب اس دوا میں اسقدر فوائد موجود ہیں تو آپ ہی غور کیجئے کہ اور کیا چاہیئے؟ اگر خدانخواستہ آپ نشہ کے عادی ہیں اور اسکے برے اثر سے آپکی جسمانی طاقت گھٹ گئی ہے تو آپ بلا مبالغہ اسکو لیجئے۔ چند روز میں ہی نشہ کی عادت از خود ترک ہو جائیگی۔ آپکا جسم فربہ ہوگا۔ قوّت حافظہ بڑھیگی گھوڑے کی سواری کشتی اور تقریر کرنے میں یک بیک دم نہیں پھولیگا۔ قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ محصولڈاک ۶/ تین شیشی سے محصولڈاک ۸/

نوٹ:۔ ہماری جملہ ادویات مندرجہ فہرست قیمت پر ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہیں۔ خریداران کارخانہ ہذا سے دوا منگانے سے قبل ہمارے مقامی ایجنٹ دوافروشوں سے خرید لیا کریں۔ اس سے وقت و ڈاک خرچ دونو میں کفایت ہوگی؛

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن (صیغہ نمبر ۱۱) - پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ - کلکتہ

ایجنٹ:۔ ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ قواعد ایجنسی درخواست آنے پر روانہ کیئے جائینگے؛